مدارس کا معاملہ

کراچی کے مشہور عالم دین مولانا محمد زکریا کے مدرسہ کے بعد نواب شاہ کے مدرسہ تفہیم القرآن پر افتاد پڑی ہے وہ بہرحال افسوسناک ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر و ناظم مولانا محمد ادریس میرٹھی اور مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے ہمیں اس سلسلہ میں ایک احتجاجی بیان بھجوایا ہے جس میں حکومت کو اس معاملہ میں محتاط رویّہ اختیار کرنے کی توجّہ دلائی گئی ہے۔

مدارس عربیہ کا معاشرہ میں جو کردار ہے وہ اظہر من الشمس ہے ان مدارس کی کوششوں سے یہاں دین اسلام کا کسی قدر بول بالا ہے لیکن افسوس کہ انتظامیہ مختلف سطح پر اس سلسلہ میں پریشانیاں پیدا کررہی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ حکومت مدارس کے معاملہ میں متعلقہ انتظامیہ کو اس قسم کے اقدام سے روک کر ملک کو بے چینی سے بچائے گی۔

وزارت حج سے

سال گذشتہ خاص احکامات کے تحت ۸۰ آدمیوں کی حج درخواستیں منظور کی گئیں جن میں مولانا محمد ضیاء القاسمی جیسے حضرات بھی شامل تھے —— ان حضرات کے پاس جو ریکارڈ ہے اس کے پیش نظر ہماری سمجھ سے یہ بات بالا ہے کہ عین وقت پر انہیں کیوں روکا گیا؟ بینک کی رسیدات ہیں، دفتر حج کی چھٹی ہے، حج پرواز کا نمبر، کراچی سے وقتِ روانگی، کراچی آفس میں حاضری، سب باتوں کا مصدقہ ثبوت موجود ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کراچی پہنچے تو جواب دے دیا گیا۔

ذہنی کوفت کے ساتھ ساتھ مالی بوجھ واضح ہے۔ وقت کم تھا یہ لوگ بھاگم بھاگ اسلام آباد آئے بات نہ بنی، عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وزارت نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ صاحب یہ چیزیں ہمارے ریکارڈ میں نہیں —— مانا آپ کے ریکارڈ میں نہیں لیکن سرکار! چھٹیاں کس نے جاری کیں؟ آپ کے ہی اہلکار ہیں —— ان لوگوں کی سخت گوشمالی تو آپ کریں کہ یہ کیوں بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں اور پھر ان ۸۰ آدمیوں کو اس سال بغیر قرعہ بھیج کر ان کی پریشانی کا ازالہ کریں۔ وزارتِ حج کے فرائض بڑے مقدس ہیں محتاط رہنا ضروری ہے۔

فرقہ واریت کا عفریت

فرقہ واریت جتنی بُری چیز ہے اس سے ہر کوئی واقف ہے۔ ہم نے اپنے کالموں کو اس صورت سے ہمیشہ محفوظ رکھا لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو فرقہ واریت کی بنیاد پر ہی جیتے اور مرتے ہیں، ایسے کم ظرف لوگ تکفیر مسلم سے گریز نہیں کرتے اور اس طرح پریشانیاں پیدا کرتے ہیں۔

ہمارے یہاں وقفہ وقفہ سے یہ طوفان اٹھتا ہے آج کل بھی اس کا زور ہے۔ اس کا فیصلہ کیسے ہو اس کی قرآنی شکل مباہلہ ہے —— ہمارے ایک کرمفرما جناب امیر علی صاحب قریشی نے دعوت مباہلہ دی تاکہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔ دعوت مباہلہ اور اس سے فرار کی داستان چھپ کر عام ہو چکی ہے بعض قومی اخبارات نے بھی اسے شائع کیا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ حکومت اس سلسلہ میں سنجیدگی سے حالات کا نوٹس لے اور تکفیر مسلم اور فرقہ واریت کا پرچار کرنے والوں کو مناسب طریق سے پابند کرکے اس فتنہ کی بیخ کنی کرے۔ ورنہ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ بڑی بڑی حکومتیں اس قسم کے حالات کا شکار ہوکر تباہ ہو گئیں بحمد للہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہو۔

ضروری توجہ کے لئے

حضرت المخدوم مجاہد ملّت مفکر اسلام مولانا محمد علی جالندھری قدس سرہٗ کی سوانح حیات جو احقر مرتب کر رہا ہے تکمیل کے مراحل میں ہے احباب مرحوم سے متعلق کسی خاص بات تحریر یا خط سے واقف ہوں تو فوراً اطلاع دیں تاکہ سوانح حیات میں اندراج

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

جہاد

حیاتِ رسولؐ کا ایک روشن باب

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از حمد و صلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وجاھدوا فی اللہ حقّ جھادہٖ۔ (صدق اللہ العظیم)

حضرات محترم و معزز خواتین!

ربیع الاول کا مہینہ آنے والا ہے۔ یہ سطور چھپ کر سامنے آئیں گی، تو ربیع الاول شروع ہو چکا ہوگا۔ اس مہینہ میں کچھ عرصہ سے "یوم ولادت" بڑے اہتمام سے منایا جانے لگا ہے۔ اور انداز ایسا ہو گیا ہے جو سیرت نبوی کی روح کے یکسر منافی ہے۔

یہ مہینہ ولادت کا بھی ہے اور وفات کا بھی اور اسی مہینہ میں ہجرت جیسا مہتم بالشان واقعہ پیش آیا —— آج جو بات عرض کرنی ہے وہ آپؐ کی سیرت مطہرہ کے ایک انتہائی روشن باب سے متعلق ہے جس کا عنوان ہے "جہاد"۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی و اشاعت کے لئے انسان اپنی تمامتر قوتوں اور وسائل کو تج دے۔ قتال اس کا ایک حصّہ ہے اور اس کا یہ مفہوم ہے کہ جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ دشمن کے دو بدو مقابلہ کرنا پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ تمام پیغمبران خدا علیہم السلام کی زندگیاں "جہاد فی سبیل اللہ" سے عبارت تھیں۔ وہ جیتے تھے تو اس لئے کہ خدا کا نام بلند ہو اور اسی مقصد کی خاطر اپنی جان کی قربانی اپنی سب سے بڑی معراج سمجھتے تھے۔

قرآن میں ہے انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ دوسروں کی طرح ہمارے آقا و مولیٰ نے بھی اسی طرح زندگی گذاری۔ اور رات دن کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا کہ آپ یادِ الٰہی میں مستغرق و متفکر نہ رہے ہوں۔ ایک گھڑی ایسی نہ تھی جب آپ خدا کے دین کی سربلندی و اشاعت کے کام سے غافل ہوئے ہوں۔ مکہ سے طائف اور مدینہ تک اسفار اسی غرض سے تھے۔ بدر واحد اور حنین و تبوک کی بھاگ دوڑ کی یہی غرض تھی۔ اپنے دانتوں کی قربانی، پیشانی کا زخمی کرانا، پیٹ پر پتھر باندھنا اور کاندھے پر پتھر اٹھانا سب اسی لئے تھا۔ شاہانِ عالم کو خطوط لکھے تو اسی لئے اور اپنے احباب کو دستوں اور جماعتوں کی شکل میں اِدھر اُدھر روانہ کیا تو اسی لئے۔ یہ جد و جہد رنگ لائی، یہ قربانیاں پروان چڑھیں اور دین اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ اس گئے گذرے دَور میں بھی دلیل و برہان کے نقطۂ نظر سے کسی کو اسلام پر انگشت نمائی کی جرأت نہیں۔ اسلام کا چہرہ آج بھی اتنا ہی روشن و تاباں ہے جتنا کل تھا لیکن اس کے نام لیواؤں کی غفلت شعاری اور تساہل اور اپنے مقاصد سے انحراف کا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اہل اسلام دولت سکون سے محروم دوسروں کے دریوزہ گر اور بھکاری بن کر رہ گئے ہیں۔ مشرق و مغرب میں دین دشمن طبقات و ممالک

(باقی ۸ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۸ جنوری ۱۹۸۲ء
ڈیڑھ روپیہ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح ———— حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رضؓ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ ۔ (رواہ مسلم)

عبداللہ رضؓ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو جانے سے سوائے قرض کے باقی سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے سے سوائے قرض کے باقی سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَی الْفِرَی اَنْ یُّرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْہِ مَا لَمْ تَرَیَا (رواہ البخاری)

عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ دکھائے آدمی دونوں آنکھوں کو جو انہوں نے نہیں دیکھا۔

تشریح: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ یہ کہے میں نے فلاں چیز خواب میں دیکھی ہے۔ حالانکہ کچھ بھی نہ دیکھا ہو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے۔ (مرقاۃ)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَالْمَارُّ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ (رواہ البخاری)

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھوٹا بڑے پر اور گزرنے والا بیٹھنے والے پر اور تھوڑے آدمی زیادہ پر سلام کہیں۔

تشریح: (دوسری حدیث شریف) ہے کہ سلام دینے سے آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ واقعی جب ایک مسلمان دوسرے کو خندہ پیشانی سے سلام کرتا ہے تو اس کے دل میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی درستی شارع کا نصب العین ہے اسی لئے شرعاً مسلمان کے ذمہ لازم کیا گیا ہے کہ جب دوسرے بھائی سے ملے تو اُسے سلام کہے۔

عَنْ جَابِرٍ رضؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی ۔ (رواہ مسلم)

جابر رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹھ کے بل لیٹ کر اپنا ایک پاؤں دوسرے پر کوئی نہ چڑھائے۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تہبند کا رواج تھا۔ تہبند والا اگر اس طرح کرے تو شرمگاہ کے ننگے ہو جانے کا گمان غالب ہے۔

عَنْ سَهْلِ رضؓ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّةَ ۔ (رواہ البخاری)

سہل رضؓ بن سعد سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میرے لئے اپنے دو جبڑوں کے درمیان والی (زبان) اور دونوں پاؤں کے درمیان والی (شرمگاہ) کا ضامن ہو جائے۔

(باقی ۸ پر)

مجلسِ شوریٰ

آخر کار مجلس شوریٰ بن گئی ابھی کچھ ناموں کا اضافہ ہوگا وہ بھی ہو جائے گا ـــــــ ہر سیاسی جماعت نے اس سے الگ تھلگ رہنے کا واضح اعلان کیا لیکن فہرست ظاہر کرتی ہے کہ ہر پارٹی کے کچھ نہ کچھ ارکان چلے ہی گئے۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ متعلقہ پارٹی کیا کرتی ہے؟ یہ سب کے گھر کا معاملہ ہے ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں ـــــــ کچھ واقعتہً اہل علم ہیں جنہیں اس نامزد ادارے میں لیا گیا ہے کچھ ایسے ہیں جنہیں گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں لیکن عرف عام میں وہ اسی عنوان سے معروف ہیں جو واقعتہً اہلِ علم ہیں ان کے لئے بہرحال ایک چیلنج ہے ـــــــ اللہ تعالےٰ ان کا مددگار ہو۔ اکثر و بیشتر چہرے ایسے ہیں جو سدا بہار پھولوں کی مانند ہر گلدستہ کی زینت بن جاتے ہیں ـــــــ دراصل ۱۸۵۷ء کے بعد یہاں کچھ مخصوص خاندانوں کو چن لیا گیا اور ایک صدی کا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی وہ خاندان ماضی کی فائلوں کی بنیاد پر قوم کے ماتھے کا جھومر بنے ہوئے ہیں ـــــــ قوم اس جھومر کو پسند کرے نہ کرے وہ بہرحال فٹ ہیں ـــــــ مجلس شوریٰ کے انتخاب یا نامزدگی کا مسئلہ ایک الگ عنوان ہے علم و تاریخ کی روشنی میں اس پر گفتگو کی گنجائش ہے

مدارس کا معاملہ

کراچی کے مشہور عالم دین مولانا محمد زکریا کے مدرسہ کے بعد نواب شاہ کے مدرسہ تفہیم القرآن پر افتاد پڑی ہے وہ بہرحال افسوسناک ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر و ناظم مولانا محمد ادریس میرٹھی اور مولانا سلیم اللہ خاں صاحب نے ہمیں اس سلسلہ میں ایک احتجاجی بیان بھجوایا ہے جس میں حکومت کو اس معاملہ میں محتاط رویّہ اختیار کرنے کی توجّہ دلائی گئی ہے۔

مدارس عربیہ کا معاشرہ میں جو کردار ہے وہ اظہر من الشمس ہے ان مدارس کی کوششوں سے یہاں دین اسلام کا کسی قدر بول بالا ہے لیکن افسوس کہ انتظامیہ مختلف سطح پر اس سلسلہ میں پریشانیاں پیدا کر رہی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ حکومت مدارس کے معاملہ میں متعلقہ انتظامیہ کو اس قسم کے اقدام سے روک کر ملک کو بے چینی سے بچائے گی۔

وزارت حج سے

سال گذشتہ خاص احکامات کے تحت ۸۰ آدمیوں کی حج درخواستیں منظور کی گئیں جن میں مولانا محمد ضیاء القاسمی جیسے حضرات بھی شامل تھے ـــ ان حضرات کے پاس جو ریکارڈ ہے اس کے پیش نظر ہماری سمجھ سے یہ بات بالا ہے کہ عین وقت پر انہیں کیوں روکا گیا؟ بینک کی رسیدات ہیں، دفتر حج کی چٹھی ہے، حج پرواز کا نمبر، کراچی سے وقتِ روانگی، کراچی آفس میں حاضری، سب باتوں کا مصدقہ ثبوت موجود ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ کراچی پہنچے تو جواب دے دیا گیا۔

ذہنی کوفت کے ساتھ ساتھ مالی بوجھ واضح ہے۔ وقت کم تھا یہ لوگ بھاگم بھاگ اسلام آباد آئے بات نہ بنی، عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وزارت نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ صاحب یہ چیزیں ہمارے ریکارڈ میں نہیں ـــ مانا آپ کے ریکارڈ میں نہیں لیکن سرکار! چٹھیاں کس نے جاری کیں؟ آپ کے ہی اہلکار ہیں ـــ ان لوگوں کی سخت گوشمالی تو آپ کریں کہ یہ کیوں بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں اور پھر ان ۸۰ آدمیوں کو اس سال بغیر قرعہ بھیج کر ان کی پریشانی کا ازالہ کریں۔ وزارتِ حج کے فرائض بڑے مقدس ہیں محتاط رہنا ضروری ہے۔

فرقہ واریت کا عفریت

فرقہ واریت جتنی بُری چیز ہے اس سے ہر کوئی واقف ہے۔ ہم نے اپنے کالموں کو اس صورت سے ہمیشہ محفوظ رکھا لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو فرقہ واریت کی بنیاد پر ہی جیتے اور مرتے ہیں، ایسے کم ظرف لوگ تکفیر مسلم سے گریز تک نہیں کرتے اور اس طرح پریشانیاں پیدا کرتے ہیں۔

ہمارے یہاں وقفہ وقفہ سے یہ طوفان اٹھتا ہے آج کل بھی اس کا زور ہے۔ اس کا فیصلہ کیسے ہو اس کی قرآنی شکل مباہلہ ہے ـــ ہمارے ایک کرمفرما جناب امیر علی صاحب قریشی نے دعوت مباہلہ دی تاکہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔ دعوت مباہلہ اور اس سے فرار کی داستان چھپ کر عام ہو چکی ہے بعض قومی اخبارات نے بھی اسے شائع کیا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ حکومت اس سلسلہ میں سنجیدگی سے حالات کا نوٹس لے اور تکفیر مسلم اور فرقہ واریت کا پرچار کرنے والوں کو مناسب طریق سے پابند کر کے اس فتنہ کی بیخ کنی کرے۔ ورنہ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ بڑی بڑی حکومتیں اس قسم کے حالات کا شکار ہو کر تباہ ہو گئیں بحمدللہ تعالیٰ ہمارا محافظ ہو۔

ضروری توجہ کے لئے

حضرت المخدوم مجاہد ملت مفکر اسلام مولانا محمد علی جالندھری قدس سرہٗ کی سوانح حیات جو احقر مرتب کر رہا ہے تکمیل کے مراحل میں ہے احباب مرحوم سے متعلق کسی خاص بات تحریر یا خط سے واقف ہوں تو فوراً اطلاع دیں تاکہ سوانح حیات میں اندراج

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: علوی

جہاد

حیاتِ رسولؐ کا ایک روشن باب

پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از حمد و صلوٰۃ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:ـــ

و جاھدوا فی اللہ حق جھادہ۔ (صدق اللہ العظیم)

حضرات محترم و معزز خواتین!

ربیع الاول کا مہینہ آنے والا ہے۔ یہ سطور چھپ کر سامنے آئیں گی، تو ربیع الاول شروع ہو چکا ہوگا۔ اس مہینہ میں کچھ عرصہ سے "یومِ ولادت" بڑے اہتمام سے منایا جانے لگا ہے۔ اور انداز ایسا ہو گیا ہے جو سیرت نبوی کی روح کے یکسر منافی ہے۔

یہ مہینہ ولادت کا بھی ہے اور وفات کا بھی اور اسی مہینہ میں ہجرت جیسا مہتم بالشان واقعہ پیش آیا ـــ آج جو بات عرض کرنی ہے وہ آپؐ کی سیرت مطہرہ کے ایک انتہائی روشن باب سے متعلق ہے جس کا عنوان ہے "جہاد"۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے دین کی سربلندی و اشاعت کے لئے انسان اپنی تمامتر قوتوں اور وسائل کو تج دے۔ قتال اس کا ایک حصّہ ہے اور اس کا یہ مفہوم ہے کہ جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ دشمن کے دو بدو مقابلہ کرنا پڑے تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ تمام پیغمبران خدا علیہم السلام کی زندگیاں "جہاد فی سبیل اللہ" سے عبارت تھیں۔ وہ جیتے تھے تو اس لئے کہ خدا کا نام بلند ہو اور اسی مقصد کی خاطر اپنی جان کی قربانی اپنی سب سے بڑی معراج سمجھتے تھے۔

قرآن میں ہے انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ دوسروں کی طرح ہمارے آقا و مولیٰ نے بھی اسی طرح زندگی گذاری۔ اور رات دن کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا کہ آپ یادِ الٰہی میں مستغرق و متفکر نہ رہے ہوں۔ ایک گھڑی ایسی نہ تھی جب آپ خدا کے دین کی سربلندی و اشاعت کے کام سے غافل ہوئے ہوں۔ مکہ سے طائف اور مدینہ تک اسفار اسی غرض سے تھے۔ بدر و احد اور حنین و تبوک کی بھاگ دوڑ کی یہی غرض تھی۔ اپنے دانتوں کی قربانی، پیشانی کا زخمی کرانا۔ پیٹ پر پتھر باندھنا اور کاندھے پر پتھر اٹھانا سب اسی لئے تھا۔ شاہانِ عالم کو خطوط لکھے تو اسی لئے اور اپنے احباب کو دستوں اور جماعتوں کی شکل میں ادھر اُدھر روانہ کیا تو اسی لئے۔ یہ جد و جہد رنگ لائی، یہ قربانیاں پروان چڑھیں اور دین اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ اس گئے گذرے دَور میں بھی دلیل و برہان کے نقطۂ نظر سے کسی کو اسلام پر انگشت نمائی کی جرأت نہیں۔ اسلام کا چہرہ آج بھی اتنا ہی روشن و تاباں ہے جتنا کل تھا لیکن اس کے نام لیواؤں کی غفلت شعاری اور تساہل اور اپنے مقاصد سے انحراف کا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ اہل اسلام دولت سکون سے محروم دوسروں کے دریوزہ گر اور بھکاری بن کر رہ گئے ہیں۔ مشرق و مغرب میں دین دشمن طبقات و ممالک

(باقی ۸ پر)

خطبہ جمعہ
ضبط و ترتیب : علوی

سیرت رسولؐ اور قرآن عزیز

اخلاق و کمالاتِ نبویؐ

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—
اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم ۔
(القلم رکوع ۱) صدق اللہ العظیم ۔

محترم حضرات و معزز خواتین !
قرآن عزیز کی روشنی میں سیرت نبوی کے بعض گوشے پیش خدمت کئے جا رہے ہیں ۔ یہ آیت جو آپ نے سماعت فرمائی سورۂ قلم کی ہے اور اس میں آنحضرت ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اے پیغمبر! آپ اخلاق کے عظیم پیمانہ پر ہیں ۔ حضور علیہ السلام اپنی ذات اقدس کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مَیں دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کی غرض سے آیا ہوں —— قرآن عزیز نے اس آیت میں "خلق" کا لفظ ارشاد فرمایا اس میں اخلاق حسنہ کے سارے ہی اصناف آ جاتے ہیں ۔ پھر قرآن نے آپ کے اخلاق حسنہ کی اس جامعیت کی بعض بعض مقامات پر تفصیل بھی ذکر کی ہے ۔ مثلاً سورۂ آل عمران میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ ناموافق ماحول کے باوصف نرمی و مروت کا معاملہ برتتے ہیں اور ایک ہادی و رہنما کو ایسا ہی ہونا چاہیے ۔

" اللہ کی رحمت ہی ہے کہ آپ ان لوگوں کے حق میں نرم رہے اور اگر آپ کہیں تند خو، سخت طبیعت والے ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے ۔ آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے مغفرت مانگئے ۔"

ایک جگہ سورۂ تکویر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جن علوم و اخبار سے آپ کو واقف کرتے ہیں انہیں پھیلانے میں آپ ذرہ برابر بخل سے کام نہیں لیتے ۔ پھر آپ سورۂ فاطر کو پڑھیں تو آپ کو روکا جا رہا ہے کہ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان لوگوں پر غم کرتے کرتے اپنی جان نہ دے بیٹھیں گویا شفقت کی ترغیب و تحریک نہیں ہو رہی وہ تو موجود ہے ۔ اس میں افراط سے روکا جا رہا ہے کہ اس میں اپنی جان نحیف کے ضیاع کا خطرہ ہے ۔

عبادات

پچھلے کسی خطبہ میں آپ سن چکے کہ آپ کا وصف خصوصی "عبد" ہے ۔ اس عبد کامل کی عبادت کا یہ عالم ہے کہ ساری ساری رات اس حال میں مصلّٰی پر گذرتی ہے کہ پنڈلیاں متورم ہو جاتی ہیں ۔ تو داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے اور یہ کچھ کر لینے کے بعد بھی احساس یہ ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں بن سکا ۔ "ماعبدناک حقّ عبادتک" ۔ آپ کا خدا آپ کی اس نیازمندانہ روش سے خوب واقف ہے اور شوق عبادت کے اس حال کو قرآن میں محفوظ کر رہا ہے ۔ سورۂ مزمّل پڑھیں ، ارشاد ہے :-

" آپؐ کے پروردگار کو اس کا علم ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب اور آدھی آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں ۔"

ان مجاہدات شاقہ اور ریاضت سے اللہ تعالیٰ نے کمال درجہ شفقت کے سبب روکا اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا :-

" ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں ۔"

دشمن کی شرارتیں

معاندین و دشمنان اسلام نے جس طرح پریشانیاں پیدا کیں اس سے ہر کوئی واقف ہے ۔ سید دو عالم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا ستایا گیا کہ اور کسی کو اس طرح نہیں ستایا گیا —— کہنے والے کہہ سکتے ہیں ، کہ آپ نے معاذ اللہ دعوت و تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ذاریات میں واضح کر دیا کہ آپؐ اس کی پرواہ نہ کریں آپ پر کوئی الزام نہیں ۔ سورۂ طور میں ارشاد فرمایا کہ آپؐ ہماری خصوصی حفاظت میں ہیں پرواہ نہ کیجئے ۔ دشمن استہزا کرے تو فرمایا ان سے نمٹنے کے لئے ہم کافی ہیں ۔ مخالفین و معاندین میں آپ کا حقیقی چچا ابولہب اور اس کی بیوی پیش پیش تھی ان کی زیادتیاں حد سے بڑھی ہوئی تھیں اس پر مستقل سورۃ "تبّت" نازل ہوئی ۔ اور سورۂ کوثر کی آخری آیت میں فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر کہ بے نام و نشان آپ کے دشمنوں نے ہونا ہے —— اور یہ بھی واضح کر دیا کہ جو لوگ آپ کی اذیت کا باعث بنتے ہیں وہ دردناک عذاب سے دو چار ہوں گے ۔ ذوق سلیم کا تقاضا واضح ہے کہ آپ کی ایذا دہی آپ کی دعوت کی مخالفت کر کے ہو یا جھوٹے منہ آپ کا نام لے کر آپ کی سنتوں کو بگاڑ کر کے بدعت پسندی کا شغل اختیار کیا جائے سب برابر ہے ۔ اور ایسے لوگ بھی قیامت کے روز آپؐ کی شفاعت اور آپؐ کے ہاتھوں کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے ۔

عظمتِ خاص

عظمت خاص کے ضمن میں آپؐ کا خاتم النبیین ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے ۔ آپؐ کے مغفور ہونے پر سورۂ فتح کی ابتدائی آیات شاہد ہیں ۔ کسی کے لئے آپ کی دعا و استغفار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں (النساء رکوع ۹) آپؐ کی موجودگی عذاب الٰہی سے روک کا ذریعہ ہے ۔ وما کان اللّٰہُ لِیُعَذِّبَهُمْ وانت فیھم (اللہ تعالیٰ) آپ کے ہاتھ پر بیعت خدا کے ہاتھ پر بیعت ہے (الفتح) آپ کے فیصلوں کو بلاچون و چرا ماننا صحت اسلام کے لئے ضروری ہے ۔ ورنہ رب محمّد قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ذوق و حلاوتِ ایمان سے محروم رہیں گے نہ صرف آپ کا فیصلہ مانیں —— بلکہ بلاچون و چرا ۔

خصوصی فضل و رحمت

قرآن نے جابجا ذکر کیا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و رحمت کے مورد ہیں ۔ النساء میں ہے کہ اللہ نے آپؐ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہ تھے اور یہ کہ اللہ کا آپؐ پر بڑا فضل رہا ہے ۔ بنی اسرائیل میں ہے کہ آپ پر خدا کا بڑا فضل ہے ۔ قصص میں ہے کہ آپؐ کو تو کتاب کے نزول کی امید نہ تھی اللہ نے اپنی رحمت سے ایسا کر دیا ۔ جب آپؐ کی عظمت کا یہ عالم ہے تو کچھ مخصوص آداب لوگوں کو سکھلائے تا کہ اس ذاتِ اقدس کی عظمت کا احساس قائم رہے مثلاً سورۂ نور میں ہے جیسے ایک دوسرے کو بے تکلفانہ پکارتے ہو آپؐ کو اس طرح نہ پکارو ۔ آپؐ کی اجازت کے بغیر آپؐ کی محفل سے اٹھنا ممنوع قرار ہوا (النور) الاحزاب میں فرمایا ۔ کہ نبی تمہاری جانوں سے زیادہ تم پر حق رکھتے ہیں ۔ حتّٰی کہ ان کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں ۔ جب مائیں ہیں تو امّت کے کسی فرد کا نکاح ان سے جائز نہیں (الاحزاب) یہ بیویاں عام عورتوں سے بہر نوع بلند مرتبہ ہیں —— لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ —— ان محترم خواتین سے کچھ مانگنا ہو تو حجاب و پردہ کے پیچھے سے مانگیں ۔ (الاحزاب)

خطبہ جمعہ
ضبط و ترتیب : علوی

سیرت رسولؐ اور قرآن عزیز

اخلاق و کمالاتِ نبویؐ

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ -

(القلم رکوع ۱) صدق اللہ العظیم -

محترم حضرات و معزز خواتین !

قرآن عزیز کی روشنی میں سیرت نبوی کے بعض گوشے پیش خدمت کئے جا رہے ہیں ۔ یہ آیت جو آپ نے سماعت فرمائی سورۂ قلم کی ہے اور اس میں آنحضرت ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اے پیغمبر! آپ اخلاق کے عظیم پیمانہ پر ہیں ۔ حضور علیہ السلام اپنی ذات اقدس کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کی غرض سے آیا ہوں — قرآن عزیز نے اس آیت میں "خلق" کا لفظ ارشاد فرمایا اس میں اخلاق حسنہ کے سارے ہی اصناف آجاتے ہیں ۔ پھر قرآن نے آپ کے اخلاق حسنہ کی اس جامعیت کی بعض بعض مقامات پر تفصیل بھی ذکر کی ہے ۔

مثلاً سورۂ آل عمران میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ ناموافق ماحول کے باوصف نرمی و مروت کا معاملہ برتتے ہیں اور ایک ہادی و رہنما کو ایسا ہی ہونا چاہیئے ۔

"اللہ کی رحمت ہی ہے کہ آپ ان لوگوں کے حق میں نرم رہے اور اگر آپ کہیں تند خو سخت طبیعت والے ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے ۔ آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے مغفرت مانگئے ۔"

ایک جگہ سورۂ تکویر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جن علوم و اخبار سے آپ کو واقف کرتے ہیں انہیں پھیلانے میں آپ ذرہ برابر بخل سے کام نہیں لیتے ۔ پھر آپ سورۂ فاطر کو پڑھیں تو آپ کو روکا جا رہا ہے کہ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان لوگوں پر غم کرتے کرتے اپنی جان نہ دے بیٹھیں گویا شفقت کی ترغیب و تحریک نہیں ہو رہی وہ تو موجود ہے ۔ اس میں افراط سے روکا جا رہا ہے کہ اس میں اپنی جان نحیف کے ضیاع کا خطرہ ہے ۔

عبادات

پچھلے کسی خطبہ میں آپ سن چکے کہ آپ کا وصف خصوصی "عبد" ہے ۔ اس عبد کامل کی عبادت کا یہ عالم ہے کہ ساری ساری رات اس حال میں مصلّٰی پر گذرتی ہے کہ پنڈلیاں متورم ہو جاتی ہیں ۔ تو داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے اور یہ کچھ کر لینے کے بعد بھی احساس یہ ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں بن سکا ۔ "ماعبدناکَ حقّ عبادتکَ ۔ آپ کا خدا آپ کی اس نیازمندانہ روش سے خوب واقف ہے اور شوق عبادت کے اس حال کو قرآن میں محفوظ کر رہا ہے ۔ سورۂ مزّمل پڑھیں ، ارشاد ہے :-

"آپؐ کے پروردگار کو اس کا علم ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب اور آدھی آدھی رات اور تہائی رات کھڑے رہتے ہیں ۔"

ان مجاہدات شاقہ اور ریاضت سے اللہ تعالیٰ نے کمال درجہ شفقت کے سبب روکا اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا :-

"ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں ۔"

دشمن کی شرارتیں

معاندین و دشمنان اسلام نے جس طرح پریشانیاں پیدا کیں اس سے ہر کوئی واقف ہے ۔ سید دو عالم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا ستایا گیا کہ اور کسی کو اس طرح نہیں ستایا گیا — کہنے والے کہہ سکتے ہیں ، کہ آپ نے معاذ اللہ دعوت و تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے ذاریات میں واضح کر دیا کہ آپؐ اس کی پرواہ نہ کریں آپ پر کوئی الزام نہیں ۔ سورۂ طور میں ارشاد فرمایا کہ آپؐ ہماری خصوصی حفاظت میں ہیں پرواہ نہ کیجئے ۔ دشمن استہزا کرے تو فرمایا ان سے نمٹنے کے لئے ہم کافی ہیں ۔ مخالفین و معاندین میں آپ کا حقیقی چچا ابو لہب اور اس کی بیوی پیش پیش تھی ان کی زیادتیاں حد سے بڑھی ہوئی تھیں اس پر مستقل سورۃ "تبّت" نازل ہوئی ۔ اور سورۂ کوثر کی آخری آیت میں فرمایا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کہ بے نام و نشان آپ کے دشمنوں نے ہونا ہے — اور یہ بھی واضح کر دیا کہ جو لوگ آپ کی اذیت کا باعث بنتے ہیں وہ دردناک عذاب سے دو چار ہوں گے ۔ ذوق سلیم کا تقاضا واضح ہے کہ آپ کی ایذا دہی آپ کی دعوت کی مخالفت کر کے ہو یا جھوٹے منہ آپ کا نام لے کر آپ کی سنتوں کو بگاڑ کر کے بدعت پسندی کا شغل اختیار کیا جائے سب برابر ہے ۔ اور ایسے لوگ بھی قیامت کے روز آپؐ کی شفاعت اور آپؐ کے ہاتھوں کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے ۔

عظمتِ خاص

عظمت خاص کے ضمن میں آپؐ کا خاتم النبیین ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے ۔ آپؐ کے مغفور ہونے پر سورۂ فتح کی ابتدائی آیات شاہد ہیں ۔ کسی کے لئے آپ کی دعا و استغفار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں (النساء رکوع ۹) آپؐ کی موجودگی عذاب الٰہی سے روک کا ذریعہ ہے ۔ وما کان اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ و انت فیھم (اللہ تعالیٰ) آپ کے ہاتھ پر بیعت خدا کے ہاتھ پر بیعت ہے (والفتح) آپؐ کے فیصلوں کو بلا چون و چرا ماننا صحت اسلام کے لئے ضروری ہے ۔ ورنہ رب محمّد قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ذوق و حلاوتِ ایمان سے محروم رہیں گے نہ صرف آپ کا فیصلہ مانیں — بلکہ بلا چون و چرا ۔

خصوصی فضل و رحمت

قرآن نے جا بجا ذکر کیا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و رحمت کے مورد ہیں ۔ النساء میں ہے کہ اللہ نے آپؐ کو وہ سکھایا جو آپؐ جانتے نہ تھے اور یہ کہ اللہ کا آپؐ پر بڑا فضل رہا ہے ۔ بنی اسرائیل میں ہے کہ آپ پر خدا کا بڑا فضل ہے ۔ قصص میں ہے کہ آپؐ کو تو کتاب کے نزول کی امید نہ تھی اللہ نے اپنی رحمت سے ایسا کر دیا ۔ جب آپؐ کی عظمت کا یہ عالم ہے تو کچھ مخصوص آداب لوگوں کو سکھلائے تا کہ اس ذاتِ اقدس کی عظمت کا احساس قائم رہے مثلاً سورۂ نور میں ہے جیسے ایک دوسرے کو بے تکلفانہ پکارتے ہو آپؐ کو اس طرح نہ پکارو ۔ آپؐ کی اجازت کے بغیر آپؐ کی محفل سے اٹھنا ممنوع قرار ہوا (النور) الاحزاب میں فرمایا ۔ کہ نبی تمہاری جانوں سے زیادہ تم پر حق رکھتے ہیں ۔ حتّٰی کہ ان کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں ۔ جب مائیں ہیں تو امّت کے کسی فرد کا نکاح ان سے جائز نہیں (الاحزاب) یہ بیویاں عام عورتوں سے بہر نوع بلند مرتبہ ہیں — لَسْتُنَّ کاحد من النساء — ان محترم خواتین سے کچھ مانگنا ہو تو حجاب و پردہ کے پیچھے سے مانگیں ۔ (الاحزاب)

پیغمبرؐ کے گھر میں بلا اجازت و بے محابا جانے کی اجازت نہیں۔ آپ کے اوقات کی قدر امت پر لازم ہے جو مقصد آپ سے ہو وہ پورا ہو جائے تو پھر مزید نشست ممنوع قرار دے دی گئی۔ رسول امیؐ پر حیا کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپؐ اتنی بات انہیوں سے نہ فرماتے تو آپ کی ترجمانی خدا نے کرکے امتّ کو ہدایت کر دی۔

پھر واضح کر دیا کہ آپ کے ذمّہ محض قرآن کی تعلیم و تبلیغ ہی نہیں اس کی تبیین بھی ہے۔ النحل میں ہے :-

"ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے آپ ان کی شرح و وضاحت ان پر کر دیں کہ وہ سوچ سکیں"۔

اور اسی سورۃ میں مزید آگے ارشاد ہے کہ اس کتاب کو آپ لوگوں پر کھول کر بیان کر دیں۔ الغرض آپ مبلّغ و معلّم قرآن کے ساتھ شارح بھی ہیں۔ اس باب کی ابتدا آپ کے وصف خاص بشریت سے ہوئی تو انتہا بھی اسی پر۔ اور جب کسی کو لوگوں کے لئے نمونہ کہہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہؤا کہ وہ مجموعہ کمالات و صفات ہے تب ہی تو اس کی اطاعت و تابعداری پر اتنا زور دیا اور اس سے انحراف کو نالائقی اور بدبختی کی علامت۔

امت کے سامنے سوال یہ ہے کہ وہ کس حد تک سرکار دوعالم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم) کے اسوہ کو اپنا رہی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو الحمدللہ ورنہ سوچ اور فکر کریں اور اصلاح کی کوشش۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

مَیں اس کے لئے بہشت کا ضامن ہوں۔

تشریح : یعنی جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کے بیجا استعمال نہ کرنے کا مجھ سے عہد کرے تو مَیں اس کے بہشت کا ضامن ہو جاتا ہوں۔ (مرقاۃ)

بقیہ : مجلسِ ذکر

ان کے درپے ہیں اور یہ کس مپرسی کے عالم میں زندگی گذار رہے ہیں۔ حالانکہ مسلمان دنیا میں بہادرانہ زندگی گذارتا ہے اس کے علاوہ کوئی پہلو ہی نہیں۔ لیکن عزت و عظمت سے محرومی "جہاد فی سبیل اللہ" سے گریز کا لابدی تقاضہ ہے —— اور آج جب ہم پر ربیع الاوّل کا چاند طلوع ہونے والا ہے ہمیں اپنے خدا سے عہد کرنا چاہئے کہ جس طرح ہمارے پیغمبرؐ نے جہادی سرگرمیاں جاری رکھیں اسی طرح ہم سرگرم عمل رہیں گے اس کے نتیجہ میں بہت جلد دن پلٹ جائیں گے۔ اور ہم ایک بار پھر سربلند کرکے چل سکیں گے —— اللہ تعالیٰ ہمت عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ : کسر نفسی

وسیع ہے۔ مجھے اپنے عمل کی بہ نسبت تیری رحمت کی زیادہ امید ہے"۔

یہ دعا اس فقیر کے حال کے موافق ہے۔

(از مکتوب ۲۲۲ - دفتر اوّل)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس طرح سوچنے کی ہمت دے۔ (آمین)

سیّد امین گیلانی

ہمارے معروف قومی شاعر سید امین گیلانی آج کل ملتان جیل میں نظربند ہیں۔ یہ گرفتاری ملتان کے ایک جلسہ میں بعض نظموں کے سبب عمل میں آئی۔

امین صاحب ایک منجھے ہوئے شاعر اور صاف گو انسان ہیں۔ انہوں نے انگریزی راج سے ملک کی آزادی کی خاطر مجلس احرار اسلام کے سٹیج پر اپنی جوانی اور رعنائی تج دی یہ لوگ اس بات کے مستحق ہیں کہ معاشرہ میں ان کی قدر افزائی ہو نہ کہ انہیں پابند سلاسل کر دیا جائے۔

ہم توقع رکھیں گے کہ حکومت امین صاحب کے معاملہ میں فراخدلی کا مظاہرہ کرے۔

حضرات اکابر رحمۃ اللہ علیہم کی کسر نفسی

محمد شفیع عمرالدین، میرپور خاص (سندھ)

حضرات اکابرؒ کی کسر نفسی کے واقعات بڑے سبق آموز ہیں۔

حضرت سیدنا و مولانا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے حرم کعبہ شریف میں اپنی پیشانی مبارک کنکریوں پر رکھی ہوئی تھی اور اللہ تعالےٰ سے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ "یا اللہ! مجھے بخش دے اور اگر میں عتاب کے لائق ہوں۔ تو قیامت کے دن مجھے اندھا کرکے اٹھانا تاکہ نیک حضرات کے سامنے مجھے شرمسار نہ ہونا پڑے۔

(گلستان حضرت سعدیؒ باب ۲)

سبحان اللہ! یہ حالت ہے ایک نہایت ہی بلند مرتبہ والے بزرگ کی۔ سچ ہے کہ اللہ والے بزرگ اپنی نیکیوں کو خواہ کتنی ہی زیادہ ہوں ان پر نظر نہیں رکھتے اور ان کو بھول جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو عیبوں میں گھرا ہؤا سمجھتے ہیں وہ اپنے عیبوں کو خواہ وہ کتنے ہی کم ہوں یا نہ ہوں بہت زیادہ سمجھتے ہیں اور ہروقت خوفِ الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

حضرت سیدنا معروف کرخی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ۔۔ چاہتا ہوں۔ کہ مجھے موت بغداد میں نہ آئے۔ کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت! ایسا کیوں فرماتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ شاید میری قبر مجھے قبول نہ کرے اور میں ذلیل نہ ہو جاؤں۔ اور میری وجہ سے لوگ بزرگوں کے ساتھ بدظن نہ ہو جائیں۔

(انوار قدسیہ حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ)

حضرت سیدنا و مولانا امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ "مرید صادق وہ ہے جس کا بائیں جانب والا اعمالنامہ لکھنے والا فرشتہ بیس برس کی مدت تک اس کے گناہ کی کوئی چیز نہ پائے جسے اس کے اعمالنامہ میں لکھے"۔

اور یہ فقیر بہ تقصیر ذوق و وجدان سے اپنے آپ میں یہ بات پاتا ہے کہ دائیں جانب والے نیک اعمال لکھنے والے فرشتہ نے، معلوم نہیں کہ بیس برس کی مدت تک کوئی نیکی پائی ہو جو اس (فقیر) کے اعمالنامہ میں درج کرے۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ فقیر یہ بات تصنع و تکلّف سے نہیں کہتا اور اپنے ذوق سے یہ بات محسوس کرتا ہے کہ کافرِ فرنگ (اس فقیر) سے مرتبے میں بہتر ہے۔ اور اگر اس بات کی دلیل ثابت کریں تو اس کے بتانے میں (فقیر) عاجز نہیں ہوگا۔

نیز (فقیر) ذوق کے طور پر اپنے آپ کو برائیوں اور گناہوں میں گھرا ہؤا جانتا ہے اور نیکیاں کی جاتی ہے۔ ان کے لکھنے کا بائیں جانب والے فرشتے کو زیادہ مستحق سمجھتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ (فقیر) کا بائیں جانب والا فرشتہ برے اعمال لکھنے میں مشغول ہو۔ اور دائیں جانب والا فرشتہ لکھنے سے معطل و بیکار ہو۔

اور (فقیر) دائیں طرف والے اعمالنامے کو خالی اور سفید سمجھتا ہے اور بائیں طرف والے اعمالنامے کو بھرا ہؤا اور سیاہ جانتا ہے لہٰذا اللہ تعالےٰ کی رحمت کے سوا اور کوئی امید نہیں اور اس کی مغفرت کے سوا اور کوئی وسیلہ نہیں۔

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجیٰ عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ۔

ترجمہ: یا اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ

(باقی ۸ پر)

— مرسلہ سعد سعید کراچی :۔

۱۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی اور سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعت اِشراق کی پڑھیں (پھر مسجد سے واپس آیا تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کی مانند ثواب ملے گا۔ پورے حج وعمرہ کا، پورے حج اور عمرہ کا، پورے حج اور عمرہ کا۔

۲۔ ایک اور حدیث ہے کہ (ذکر اللہ سے) غافل لوگوں کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا اس مجاہد کی مانند ہے جو (میدان جنگ میں) بھاگنے والوں کی جماعت میں ثابت قدم رہا۔

۳۔ آنحضور صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو کوئی جماعت بھی کسی مجلس میں جمع ہوئی اور اللہ کا ذکر کیے بغیر وہاں سے منتشر ہو گئی تو یوں سمجھو کہ وہ گدھے کی نعش پر جمع ہوئے تھے (اور اسے کھا کر منتشر ہو گئے۔ ان کی یہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے بڑے حسرت و حرمان کا موجب بنے گی۔"

۴۔ "جو شخص بھی کسی راستے پر چلا اور اس (اثنا) میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ (غفلت) اس کے لیے بڑے حسرت و حرمان کا موجب ہو گی۔ اور جو شخص بستر پر لیٹا اور اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ (غفلت) اس کے لیے حسرت و حرمان کا موجب بنے گی۔"

۵۔ آپؐ نے فرمایا :۔

"ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دیتا ہے۔ کہ "اے فلاں (پہاڑ)، کیا تیرے پاس سے کوئی ایسا آدمی گذرا ہے جس نے (گذرتے وقت) اللہ کا ذکر کیا ہو،" تو جب وہ (جواب میں) کہتا ہے کہ "ہاں" تو وہ خوش ہوتا ہے اور اس کو مبارک باد دیتا ہے۔

۶۔ ایک اور حدیث ہے کہ:۔

" اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیئے سورج، چاند ستاروں، اور سایوں کی دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ (اور وقت اور موقع کہ مناسب اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔)

۷۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :۔

(قیامت کے دن) جنت والے کسی چیز پر افسوس نہیں کریں گے۔ بجز اس ساعت کے جو ان پر گذر گئی اور اس میں انھوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ (کہ کاش ہم اس ساعت میں بھی اللہ کا ذکر کرتے اور اس کا بھی اجر و ثواب پاتے)

۸۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تم اتنی کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔"

۹۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ:۔

آپؐ صحابہ کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ) تقدیس (سُبْحَانَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسِ) اور تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی تعداد کا خاص خیال رکھا کریں اور انھیں انگلیوں پر شمار کیا کریں، فرمایا، اس لیئے کہ قیامت کے

دن ان انگلیوں سے دریافت کیا جائے گا، اور انھیں (قوّتِ گویائی دے کر) بلوایا جائے گا۔ (اور وہ بتلائیں گی کہ کتنی تعداد میں تکبیر تقدیس و تہلیل کی تھی۔)

۱۰۔ آپؐ نے عورتوں سے خطاب کرکے فرمایا :۔

"تم تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہ) تقدیس اور تہلیل کو اپنے اوپر لازم کر لو اور (کبھی) ان سے غفلت نہ کرو کہ تم اللہ کی رحمت سے فراموش (محروم) کر دی جاؤ گی۔

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ کو سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

۱۲۔ ایک اور حدیث ہے کہ :۔

"مجھے صبح کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے چار (۴) غلام آزاد کر دوں۔ اور اسی طرح میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ میں چار (۴) غلام (اولادِ اسماعیل) کے آزاد کرا دو۔"

۱۳۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :۔

"تنہا سفر کرنے والے سبقت لے گئے۔"

صحابہ نے عرض کیا "یہ تنہا سفر کرنے والے کون لوگ ہیں؟" آپؐ نے فرمایا "کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔" اسی روایت کے بعض دوسرے الفاظ میں ہے کہ :۔

"اللہ کے ذکر کے شیدائی، یہ اللہ کا ذکر ان کے (گناہوں کے) بوجھ ہلکے کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ قیامت کے دن (اللہ کے دربار میں) ہلکے پھلکے ہو کر آئیں گے۔

۱۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن ذکریاؑ کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود بھی کریں اور اپنی قوم کو بھی حکم دیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں (راوی نے) پوری حدیث بیان کی یہاں تک کہ حضرت یحییٰ نے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم (کثرت سے) اللہ کا ذکر کیا کرو، اس لیے کہ اس ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تعاقب میں دشمن تیز رفتاری کے ساتھ نکلا ہو، اور وہ (شخص بھاگتے بھاگتے) ایک مضبوط قلعے میں پہنچ گیا ہو، اور اس میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے اپنی جان بچالی ہو، اسی طرح اللہ کا بندہ (اپنے دشمن) شیطان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اور کسی چیز سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا.

۱۵۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :۔

" خدا کی قسم دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نرم و گداز بستروں پر لیٹ کر بھی (سونے کے بجائے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ جنت کے اعلیٰ درجات میں داخل فرماتے گا۔"

۱۶۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ:۔

"بیشک وہ لوگ جن کی زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر (و تازہ) رہتی ہیں وہ ہنستے ہوتے جنت میں جائیں گے۔

بقیہ : امام وکیع

ومن الائمة الحنفية وكيع بن الجراح

مفتاح السعادہ ص ۱۴/۲-۲

سید محمد انور شاہ صاحب

کشمیری نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں

انّ وكيعًا حنفي كان يفتي بمذهب ابي حنيفةؒ كما في عقود الجواهر ومثله في كتاب الضعفاء لابي الفتح الازدي امام الجرح والتعديل

عرف الشذی ص ۳۳

امام وکیع حنفی تھے، اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ عقود الجواہر (للزبیدی) میں ہے۔ امام الجرح والتعدیل ابوالفتح الازدی کی کتاب الضعفاء میں بھی اسی طرح مرقوم و مسطور ان تمام اقتباسات سے یہ حقیقت پوری طرح واضح، الم نشرح و انکشاف اور عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ امام الائمہ، امام وکیع بن الجراح حنفی تھے۔

عادل مسلمان حاکم

عرشِ الٰہی کے سائے میں

حضرت علامہ ابوسعید الخیری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا" جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا (۱) عدل کرنے والا حکمران (۲) وہ جوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا (۳) وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کہ وہ اس کی طرف دوبارہ لوٹ آئے۔ (۴) دو ایسے شخص جنہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی کی اسی کی خاطر جمع ہوئے اور اسی پر الگ رہے (۵) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو (اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے) اس کی آنکھیں بہہ پڑیں (۶) وہ شخص جس کو کسی عالی نسب خوبرو دوشیزہ نے غلط دعوت دی تو اس نے اس کی دعوت کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جس نے صدقہ دیا۔ اور اس قدر چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

(بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ ص۶۸)

تشریح:۔ رحمت الٰہی کے سائے سے مراد عرش الٰہی کا سایہ ہے۔ قیامت کے دن شدت کی گرمی ہوگی اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوب رہے ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا کمر تک، کسی کا منہ تک اور کوئی اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہو گا۔ ایسے ہولناک دن میں جن خوش بخت لوگوں کو عرش الٰہی کا سایۂ رحمت نصیب ہو جائے ان پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ یہ حضرات گویا خدا تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ دوسرے لوگ قیامت کے ہنگامہ محشر میں پریشان ہوں گے۔ اور یہ راحت وسکون سے آغوش رحمت میں

نیک حکمرانوں پر خدائے تعالیٰ رحمت کی نگاہ رکھتے ہیں

فروکش ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں ان اعمال کو ذکر فرمایا ہے جن کے بجالانے سے قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہو سکتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے اس مسلمان حکمران کا ذکر فرمایا جو عدل وانصاف کرتا ہو۔ اور اپنے دور حکومت میں وہ کسی ظلم وزیادتی اور بے انصافی کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ اگر ذرا باریک بینی سے کام کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نظام عالم کی درستگی عدل وانصاف سے وابستہ ہے اور جب یہ روح نکل جاتی ہے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر دنیا بھر کے حکمران اور حکومت کے افسران اور اہل کار انصاف پرور ہوتے تو دنیا جنت بن گئی ہوتی۔ بہر عادل حکمرانوں کا (بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں) یہ درجہ ہے کہ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں جگہ پانے والوں میں سب سے اول انہی کو شمار کیا ہے۔

یہاں یہ مختصر سی وضاحت بھی ضروری ہے کہ عدل کہتے کس کو ہیں۔ اسلام کا تصور عدل ایک مستقل کتاب کا موضوع ہے۔ مگر خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کسی رو رعایت کے، بغیر کسی نفسیاتی خواہش کے ذاتی جذبات کے، بغیر کسی ترغیب و ترہیب کے حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کرنا اور ہر شخص کو۔ خواہ دوست ہو یا دشمن۔ اس کا حق دینا عدل کہلاتا ہے اور اگر فیصلہ حکم خداوندی سے ہٹ کر کیا گیا یا کسی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی روا رکھی گئی تو یہ بے انصافی اور ظلم ہے۔ اور امام عادل کے بعد اس نوجوان کا ذکر فرمایا ہے جس کو آغاز جوانی سے عبادت خداوندی کی چاٹ لگ گئی اور اس کی نشو ونما ہی عبادت میں ہوئی۔

> اگر دنیا بھر کے حکمران اور حکومت کے افسران اور اہل کار انصاف پرور ہوتے تو دنیا جنت نظیر بن جاتی

نوجوانی کا زمانہ جس قدر قیمتی ہے افسوس ہے کہ عام طور پر اس کی قدر نہیں کی جاتی۔ یوں سمجھ لیا جاتا ہے کہ عبادت تو بڑھاپے میں کریں گے۔ جوانی تو بس عیش وعشرت کے لئے ہے حالانکہ جوانی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا جو لطف آتا ہے اور اس کی جو فضیلت وبزرگی ہے وہ بڑھاپے میں کس کو نصیب ہو سکتی ہے۔ کاش! نوجوان اپنی جوانی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگائیں اور قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایۂ رحمت پائیں۔

تیسرے درجہ پر اس شخص کا تذکرہ ہے جس کو مسجد سے ایسا اُنس ہو جاتے کہ مسجد سے باہر اس کا جی نہ لگے اور جب وہ اپنی ضروریات زندگی اور کسب معاش کے لئے مسجد سے باہر جاتے تو دل مسجد میں اٹکا رہے۔ بلاشبہ مسجد خانۂ خدا ہے۔ محبوب حقیقی کا گھر ہے۔ کسی مومن کا مسجد سے تعلق جڑ جانا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر خاص نظر رحمت ہے اور یہی نظر رحمت قیامت کے دن سایۂ رحمت بن کر اسے اپنی آغوش میں لے لے گی۔

چوتھے درجے پر ان دو شخصیتوں کا ذکر ہے جن کی آپس کی دوستی اور محبت محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تھی وہ محض الٰہی محبت کے لئے جمع ہوتے اور الگ ہوتے تھے۔ دو آدمیوں کی آپس میں محبت اور دوستی کی بنیادیں بہت سی ہو سکتی ہیں، کبھی ذاتی منفعت، کبھی ہم وطنی، کبھی رشتہ و نسب کا تعلق، کبھی مشرب ومسلک کی یگانگت کبھی ذاتی خوبیوں پر فریفتگی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں جس دوستی اور محبت کی قدر ہے وہ ہے جو اس کی محبت کی خاطر۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں جو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی رکھتے تھے۔؟ اس اعلان پر کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے ان کو بغیر حساب کتاب جنت میں جانے کا حکم ہوگا۔ اور دوسرے لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہو جائے گا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی خاطر کسی سے دوستی رکھنا بہت ہی بڑا عمل ہے یہ وہ کیمیا ہے جو خاک کو اکسیر بنا دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اہل اللہ کی محبت سے محروم ہیں

پانچویں درجے پر اس شخص کا ذکر آتا ہے جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد

(باقی ۱۸ پر)

مولانا بشیر احمد قادری مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، فقیر والی

وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی کوفی فقہ وحدیث کے ایک امام حافظ، ثقہ اور عابد و زاہد تھے ابن اکثم کہتے ہیں کہ میں حضر و سفر میں آپ کی صحبت میں رہا، آپ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ حدائق حنفیہ صفحہ ۱۳۳

امام وکیع امام احمدؒ بن حنبل کی نظر میں

امام احمدؒ جیسے امت کے عظیم امام اور عظیم ترین محدث و مجتہد ان کے بارے میں اپنے جذبات عقیدت بدیں الفاظ ظاہر فرماتے ہیں

قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ ما رایت اوعیٰ للعلم من وکیع ولا احفظ منہ وکان وکیع حافظاً و کان احفظ من عبد الرحمٰن بن مہدی کثیراً کثیراً تہذیب التہذیب ص ۱۲۵ ج ۹

ترجمہ: عبداللہ بن احمد اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے امام وکیعؒ سے بڑھ کر علم کو یاد رکھنے والا اور ان سے بڑھ کر حدیث کا کوئی حافظ نہیں دیکھا۔ آپ امام عبدالرحمٰن بن مہدی سے حدیث میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔

بشر بن موسیٰ امام احمدؒ بن حنبل سے روایت کرتے ہیں:۔

ما رایت مثل وکیع فی الحفظ والاسناد والابواب مع خشوع وورع عن احمدؒ کان وکیع امام المسلمین فی وقتہ: تہذیب التہذیب ص ۱۲۵ ج ۹

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حفظ، اسناد اور ابواب میں امام وکیعؒ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ خضوع و خشوع اور ورع و تقویٰ میں بھی بے مثل تھے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام وکیعؒ اپنے زمانہ میں مسلمانوں کے امام تھے۔

امام یحییٰ بن معین کی نظر میں

عن ابن معین ما رائیت افضل من وکیع قیل لہ فابن المبارک قال قد کان لہ فضلٌ ولکنی ما رائیت مثل وکیع تہذیب التہذیب ص ۱۲۵ ج ۹

حضرت امام الائمہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے امام وکیعؒ سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا امام وکیعؒ امام عبداللہؒ بن مبارک سے بھی افضل ہیں۔ جواباً فرمایا کہ بیشک حضرت عبداللہؒ بن مبارک بڑے فضل و کمال کے مالک ہیں۔ لیکن (وکیع وکیع ہیں)۔ میں نے امام وکیع سے افضل و اکمل کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام سفیان بن عبدالملک فرماتے ہیں کہ:

کان وکیع احفظ من ابن المبارک: تہذیب التہذیب ص ۱۳۰ ج ۹

امام وکیع، امام عبداللہ بن مبارک سے بڑے حافظ حدیث تھے۔

امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ:۔

کان ثقۃ ماموناً عالیاً رفیع القدر کثیر الحدیث، حجۃ تہذیب التہذیب ص ۱۳۰ ج ۹

امام وکیع بن الجراح ثقہ، مامون، بلند مرتبہ، عالی قدر، کثیر الحدیث اور حجۃ تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبد البر مالکی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

قال یحییٰ بن معین ما رائیت مثل وکیع وکان یفتی برأی ابی حنیفۃؒ

الانتقاء صفحہ ۱۳۶ طبع مصر

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع کی مثل کوئی اور نہیں دیکھا اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

نیز امام عبد البر مالکی رقمطراز ہیں۔

قال یحییٰ بن معین ما رائیت احداً اقدمہ علیٰ وکیع وکان وکیع یفتی برأی ابی حنیفۃؒ

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس نے میں وکیع پر مقدم قرار دوں اور امام وکیع، امام اعظمؒ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

خطیب بغدادی مشہور محدث و مؤرخ لکھتے ہیں۔

ویفتی بقول ابی حنیفۃؒ وکان قد سمع منہ شیئاً کثیراً

تاریخ بغداد صفحہ ۴۷ ج ۱۳

وکیع بن الجراح امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے امام صاحب سے بہت کچھ سنا تھا۔

مولانا طاش کبریٰ زادہ رقمطراز ہیں۔

حضرت مولانا محمود الحسن

راشد محمود

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ دار العلوم دیوبند کی پہلی مجلس شوریٰ کے ایک مقتدر رکن حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی

> انھوں نے مالٹا کی جیل میں مختلف ملکوں سے آئے سیاسی قیدیوں اور آزادی کے متوالوں کے دلوں میں محبت اور جذبۂ عمل کی روح پھونک دی

پیدائش ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ کے منبع فیوض سے سینہ کو معمور کیا۔ اور پھر امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے محبوب روحانی فرزند بنے۔ اس طرح ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۰۷ھ میں حضرت شیخ الہند کو دار العلوم دیوبند کا صدر مدرس مقرر کر دیا گیا۔ چونکہ آپ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ کے تلمیذ خاص اور ہمراز رفیق تھے لہٰذا آپ تحریک دار العلوم دیوبند کے اصلی منشا سے بخوبی واقف تھے۔

ثمرۃ التربیت کا قیام

دینی خدمت کے ساتھ ساتھ شیخ الہندؒ ملک کو انگریز کے پنجوں سے آزاد بھی کرانا چاہتے تھے۔ جس کے لیے ایک باقاعدہ تنظیم اور تربیت یافتہ آدمیوں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ۱۲۹۷ھ (۱۸۷۹ء) میں مولانا محمود الحسنؒ اور آپ کے احباب نے تحریک دار العلوم دیوبند کے حامیوں کی ایک جماعت بنائی جس کا نام "ثمرۃ التربیت" تھا۔ اس انجمن کا نام بذات خود ایک لائحہ عمل کی خبر دیتا ہے۔ اس جماعت کا قیام شیخ الہند کی تحریک آزادی کی پہلی لڑی تھا۔ اس طرح تمام انقلابی جماعتوں کے لیے علماء ملت نے ایک بنیاد قائم کر دی تھی۔

جمعیۃ الانصار کا قیام

اس کے بعد ۱۹۰۷ء تک ہندوستان میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوتے کہ علماء ملت کو اپنا مدعا بیان کرنے کے لیے ایک باقاعدہ سیاسی جماعت کی ضرورت پڑی۔ اس کے لیے مولانا محمود الحسن کے ذہنی ارتقاء کا بھی یہ تقاضا کہ کوئی نیا قدم اٹھایا جاتے۔ چنانچہ مولانا محمود الحسن اور آپ کے رفقاء نے رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) میں "جمعیۃ الانصار" کے نام سے ایک ہمہ گیر نظام کا خاکہ مرتب کیا۔ پھر اس جمعیۃ کے پروگرام کو عام ذہنوں تک پہنچانے کے لیے مناسب سمجھا گیا کہ سب سے پہلے خالص مذہبی پیرایہ میں اس کا ظہور ہو۔ جو اس وقت کی سیاست کے لحاظ سے نہایت ہی مدبرانہ

اقدام تھا۔ اس لیے ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں دارالعلوم دیوبند کا عظیم الشان جلسہ دستار بندی منعقد ہوا۔ جس میں ہندوستان کے کونے کونے سے تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس زمانہ میں یہ اجتماع حاضرین کی تعداد اور حسنِ انتظام کی وجہ سے امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔

جلسہ دستار بندی فضلاء دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جمعیۃ الانصار کے اجلاس کی تیاری کی گئی۔ چنانچہ جمعیۃ الانصار کا سب سے پہلا اجلاس شوال ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۱ء) میں شہر مراد آباد میں ہوا۔ اس جلسہ کا اجتماع بھی حیرت انگیز تھا۔ اور باوجودیکہ پلیگ کی شدت تھی۔ یہ اجتماع بے نظیر اور انتظام قابل رشک تھا۔ یہ علماء ملت کے اجتماع کی برکت تھی کہ جلسہ کے آغاز کے ساتھ شہر سے پلیگ ختم ہوگیا۔ جمعیۃ الانصار کے ناظم حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ تھے۔ جلسہ انتہائی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ مگر اس نے انگریزوں کو چونکا دیا۔ کیونکہ اس وقت تک ہندوستان اس قسم کے جلسوں سے ناآشنا تھا۔ اس پارٹی میں ہندوستان کے دیگر زعما مثلاً ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد بھی حضرت شیخ الہند کے ساتھ شریک تھے۔ ڈاکٹر انصاری تو باقاعدہ حضرت شیخ سے بیعت تھے۔

شیخ الہندؒ چاہتے تھے کہ سرحد، افغانستان اور ایران کی حکومتیں ایک

ترکوں کو کافر قرار دینے سے انکار کیا تو والیٔ مکہ شریف حسین نے

برطانوی استعمار کی ایما پر آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا!

نظریہ پر متحد ہو جائیں۔ اس طرح ہندوستان کے ساتھ مل کر ایک ناقابلِ تسخیر متحدہ ریاست معرضِ وجود میں آجائے گی۔ اس مشن کی کامیابی کے لیے شیخ الہند نے ہر ممکن ذرائع استعمال کیے۔ اپنے شاگردِ رشید مولانا عبیداللہ سندھی کو مختلف فرائض سونپ کر دور دراز علاقوں میں بھیجتے رہتے تھے۔ ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء) میں آپ نے مولانا سندھی کو کابل بھیجا۔ جہاں ان کا کام غیر منظم مسلمانوں کو منظم کر کے ان میں انقلابی روح پھونکنا تھا۔ اس مشن کی تکمیل کے لیے ریشمی خطوط والا منصوبہ تیار کیا گیا۔ مگر بدقسمتی سے اگست ۱۹۱۶ء میں اس منصوبے کا انکشاف ہوگیا۔ جو گورنمنٹ کے کاغذات میں ریشمی خطوط کی سازش کہلایا۔

روانگی حجاز

جب تحریک آزادی کا رابطہ افغانستان سے قائم ہوگیا تو شیخ الہند نے انقلابی جدوجہد کے لیے سلطنتِ عثمانیہ سے تعلقات کا قائم کرنا بھی ضروری سمجھا۔ علاوہ ازیں مولانا محمد علی جوہر کی گرفتاری کے بعد شیخ الہند کی گرفتاری بھی متوقع تھی۔ جو انقلابی مقاصد کے لیے مضر ہوتا۔ لہٰذا حضرت شیخ الہند نے حج بیت اللہ کا قصد فرمایا۔ جس کے لیے شوال ۱۳۳۳ھ میں بہت سے اربابِ عقیدت کے ساتھ دیوبند سے روانہ ہوئے۔ حکومتِ ہند نے سفرِ حجاز کے دوران آپ کو گرفتار کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت و رحمت آپ کے ہمراہ تھی۔ آپ ۲۸ر ذیقعد ۱۳۳۳ھ کو اونٹ کی سواری پر بخیریت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت شیخ الہند نے گورنر مکہ غالب پاشا سے ملاقات کی۔ اور نئی تجویز پیش کر کے تعاون کی فرمائش

کی۔ غالب پاشا نے شیخ الہندؒ کی حوصلہ افزائی کی اور مختلف لوگوں کے نام اپنی طرف سے خطوط لکھ دیئے۔ مولانا وہ خطوط لے کر سب سے پہلے "بصری پاشا" گورنر مدینہ طیبہ سے ملے۔ پھر اس کی وساطت سے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کی۔ انور پاشا (جو اس چیز کا پہلے سے متمنی تھا) نے حضرت شیخ سے تعاون کا وعدہ کیا۔

اس دوران والیٔ مکہ شریف حسین نے انگریزوں کے ساتھ مل کر عثمانیہ سلطنت کے خلاف بغاوت کر دی۔ شریف حسین کی اس رذیل حرکت سے عالم اسلام میں نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان میں اس بے چینی کو ختم کرنے کے لیے حکومتِ ہند نے تجویز کیا کہ مکہ معظمہ سے ترکوں کی تکفیر کے فتوے منگائے جائیں۔ چنانچہ بہادر مبارک علی نے شریف حسین کے عہدہ دار علماء کی امداد سے ایک استفتاء اور اس کا جواب مرتب کرایا۔ جس میں ترکی قوم کی مطلقاً تکفیر کی گئی۔ اور سلاطین آلِ عثمان کی خلافت سے انکار کیا گیا تھا۔ حضرت شیخ کے سامنے یہ فتویٰ پیش کیا گیا۔ تو آپ نے سختی سے رد کر دیا۔ آپ کے انکار پر تمام حق پرست علماء کی ہمت بلند ہوگئی۔ اور ان سب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کے بعد یقین ہوگیا تھا کہ شریف حسین اب کوئی الزام لگا کر گرفتار کرے گا۔ یا انگریزوں کے حوالے کر دے گا۔ چنانچہ ارادہ کیا گیا کہ شریف کی قلمرو سے باہر چلے جائیں۔ مگر سواری میسر نہ آسکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے ان حضرات کو شریف سے طلب کیا۔ اور شریف نے گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔ رفقاء حضرت شیخ نے آپ کو کہیں چھپا دیا۔ کہ باقی حضرات کو اگر گرفتار بھی کیا گیا تو کچھ دنوں بعد چھوڑ دیئے جائیں گے۔

چنانچہ ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ کو حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو مولانا عزیر گل اور مولانا حکیم نصرت حسین سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ کافی تگ و دو کے بعد جب شیخ الہند نہ ملے تو شریف نے حکم دیا کہ اگر عشا تک مولانا محمود الحسن حاضر نہ ہوں تو ان کے گرفتار ساتھیوں کو گولی سے اڑا دو۔

گرفتاری

حضرت شیخ الہند کو اس خبر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے گوارا نہیں کہ میرے باعث میرے کسی دوست کا بال بیکا ہو۔ چنانچہ عشا کے قریب حضرت شیخؒ خود تشریف لے آئے۔ اس طرح علماء کی اس چھوٹی سی جمعیت کو خچر پر سوار کرا کر جدّہ روانہ کر دیا گیا۔ جدّہ میں تقریباً ایک ماہ قیام کے بعد ان کو مصر روانہ کر دیا گیا۔ مصر میں آپ پر باقاعدہ مقدمہ چلایا گیا۔ اور ہر قسم کی پوچھ گچھ کے بعد سزا کے طور پر شیخ الہند کو "مالٹا" بھیجنے کا حکم ہوا۔ ۲۲ر ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) کو مالٹا روانہ کر دیا گیا جو سیاسی اور جنگی قیدیوں کا مرکز تھا۔ اور جہاں صرف خطرناک اور راسخ العقیدہ فوجی اور سیاسی اسیروں ہی کو بھیجا جاتا ہے۔ تقریباً تین سال کی اسیری کے دوران شیخ الہندؒ نے سینکڑوں اسیروں کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ جی بھر کر اپنے پروردگار کی عبادت کی۔ اور سخت اذیتیں جھیلیں۔

رہائی

۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ (۱۲ر مارچ ۱۹۲۰ء) جمعہ کے دن حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ اپنے رفقاء کے ساتھ مالٹا سے سرکاری حفاظت میں روانہ ہو گئے۔ سرکاری نگرانی اور حفاظت میں "سیدی بشر" میں اٹھارہ روز اور سُوئیس میں پونے دو ماہ قیام کرتے ہوئے ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ کو یہ حضرات بمبئی پہنچے اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہیں۔

خلافت کمیٹی بمبئی نے نہایت عظیم الشان استقبال کیا۔ ایڈریس پیش کئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے اور ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی پر قیام کیا۔ مولانا محمود الحسن کو شیخ الہند کا خطاب خلافت کمیٹی کے زعماء نے دیا۔ جو اسم گرامی کا مقبول اور مشہور جزو بن گیا۔

جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس دوم کی صدارت

حضرت شیخ الہندؒ کے اسارت مالٹا کے دوران ہندوستان میں بہت سے

اہم واقعات رونما ہوتے۔ ایک طرف انگریز مسلمانوں کے خلاف اپنی متشدد کاروائیوں میں مصروف تھے۔ اور دوسری طرف مسلمان لیڈر اپنی قوم کو متحد کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ اسی سلسلے میں ہندوستان کے علماء کرام نے مسلمانوں کی ایک سیاسی جماعت "جمیعۃ علماءِ ہند" قائم کی۔

۸،۷، ۹ر ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) کو حضرت شیخ نے علمائے ہند کے کہنے پر جمیعۃ علماء ہند کے دوسرے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ شدید بیماری اور کمزوری کے باوجود مولانا نے ایک مختصر خطبہ صدارت دے کر علماء کے تقاضے کو پورا کیا۔

رحلت

جمیعۃ علماء ہند کے اجلاس سے صرف ایک ہفتہ بعد یعنی ۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ (خدا ان کی مرقد پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے) عزیز و اقارب کے اصرار پر جنازہ دہلی سے دیو بند لایا گیا۔

تصنیف وتالیف

سلسلہ درس اور تحریک آزادی کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ نے تصیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ حاشیہ ابو داوٗد شریف۔ حاشیہ مختصر المعانی۔ ایضاح الادلہ۔ ابواب وتراجم بخاری شریف، جہد المقل وغیرہ آپ کی اعلیٰ ذکاوت کا نمونہ ہیں۔ اور اس سلسلہ کی آخری کڑی قرآن پاک کا وہ الہامی ترجمہ جس کو باتفاقِ علماء ہند بے نظیر اور مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔

بقیہ:

کیا اور حق تعالیٰ شانہ کے انعامات اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کے استحضار، محبت الٰہی کے شوق اور عذاب الٰہی کے خوف سے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں اور تنہائی کی اس خاص حالت میں اس پر از خود انتگی کی کیفیت طاری ہو گی۔ یہ عمل بھی حق تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے اور اس کا صلہ قیامت کے دن سایہ رحمت کی شکل میں عطا کیا جائے گا۔

چھٹے درجے پر اس شخص کا نام آتا ہے جسے کسی خوبرو دوشیزہ نے غلط دعوت دی۔ بظاہر وہاں کوئی دیکھنے والا موجود نہیں تھا۔ نہ اس سے فرار و انحراف کی کوئی ظاہری وجہ موجود تھی۔ نہ دنیا کی رسوائی و ذلت کا خوف دامن گیر تھا۔ شر کے تمام اسباب جمع تھے لیکن اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا اور محض خوف خداوندی کی وجہ سے اس غلط روی سے باز رہا۔ اس کا ایمان جس قدر قوی۔ اس کا یقین جس قدر محکم اور اس کا رشتہ عبدیت اللہ تعالیٰ سے جس قدر مضبوط ہے اسی قدر اُسے انعامات سے نوازا گیا اور رحمت الٰہی کے سائے میں اسے جگہ دی گئی۔

ساتویں اور آخری درجے اس سخی کا تذکرہ ہے جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے لیکن اتنے اخلاص کے ساتھ کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں لگنے دیتا۔ اس کا راہ خداوندی میں مال خرچ کرنا ہی بہت بڑا عمل تھا مگر اس کے اخلاص نے اس کا مرتبہ اور بھی دو بالا کر دیا اور رحمت خداوندی کے آغوش میں پہنچا دیا۔

اگر آپ ان سات شخصیتوں پر مجموعی حیثیت پر نظر ڈالیں تو ان سب میں تین عمل نمایاں نظر آئیں گے جو ان کے درجہ و مرتبہ کی بلندی کی شاہ کلید ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت۔ اس کا خوف اور اخلاص یہی تین چیزیں تمام اعمال کی روح ہیں۔ آیئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست کریں کہ وہ اپنے فضل سے ہمارا نام بھی ان سات آدمیوں کی فہرست میں شامل فرمائے۔

(آمین یا ربّ العالمین)

بہ سلسلہ مولانا ذوالفقار علیؒ

مُلکی ومِلّی خِدمات

حافظ خالد محمود ایم، اے

مولانا ذوالفقار علی کی ملکی وملّی خدمات اس پایہ کی تھیں کہ ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ماہر تعلیم تھے اور صوبہ متوسط میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہ چکے تھے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں یہ عہدہ تقریباً ڈپٹی ڈائرکٹر کے برابر کا تھا آپ نے یقیناً تعلیمی شعبہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہوں گی۔

آپ بریلی کالج میں بھی بحیثیت پروفیسر کام کرتے رہے ہیں۔ افسوس ہمیں کسی ذریعہ سے آپ کے شاگردوں کی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔ اس کے علاوہ آپ فارغ اوقات میں دینی طلباء کو بھی پڑھاتے رہے ہیں۔

آپ کے فرزند شیخ الہند محمود الحسن نے بھی آپ سے ادب کی کتابیں پڑھیں۔

تعلیمی خدمات کے علاوہ آپ نے دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ کے منصب سے بھی اپنے اہل وطن کی خدمات انجام دیں۔ مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست بھی رہے ہیں۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ دارالعلوم دیوبند کے قیام و ترقی میں مولانا نانوتوی کے ساتھ تعاون ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے اور مولانا کی دارالعلوم دیوبند کے قیام و ترقی میں مساعی کا اجمالی ذکر کی طرف عنانِ قلم موڑتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بارے میں گذشتہ صفحات میں ذکر آچکا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ایک مولانا ذوالفقار علی بھی ہیں۔ مولانا ذوالفقار علی کی ملّی و تعلیمی خدمات کے سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل دو سوالوں پر بحث کرتے ہیں۔

۱۔ دارالعلوم دیوبند کی ترقی و انتظام میں مولانا ذوالفقار علی کا کیا حصّہ ہے؟

۲۔ دارالعلوم دیوبند نے ملک وملّت کی کیا خدمت انجام دی ہے؟

پہلے سوال کے جواب کے لئے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

(سوانح قاسمی از مولانا مناظر احسن گیلانی (ادارہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۵ھ) ج دوم ص ۲۷۴)

"ہندوستان کے عربی و دینی تعلیم کے قدیم نظام کے مقابلہ میں دیوبندی سلسلہ کے اس جدید نظام میں جن امتیازی خصوصیات کو ہم پاتے ہیں۔ ان میں کتنی باتوں کا اضافہ سیّدنا الامام الکبیر (مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) کی مستقل تشریف آوری اور ہر طرح سرپرست بن جانے سے پہلے اس مدرسہ میں ہوا۔ ان امور کی تفصیل جیسا کہ کہتا چلا آ رہا ہوں، دارالعلوم کی تاریخ لکھنے والوں کا علمی فریضہ ہے ــــــ بالکل ممکن ہے کہ جماعت بندی، رجسٹر حاضری، امتحان تحریری جیسی باتیں جن سے حکومت قائمہ کے نئے نظام تعلیم نے ملک کو روشناس کیا تھا شروع ہی سے ان کی افادیت اور ضرورت کو محسوس کر کے قبول کر لیا گیا ہو۔ آخر حاجی سیّد عابد حسین صاحب مرحوم جن کے ہاتھ میں مدرسہ کے اہتمام و انتظام کی باگ ابتدا میں سپرد کی گئی تھی

وہ اجتماعی تعلیم کے ان عصری لوازم و خصوصیات سے مانا کہ کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں لیکن مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا ذوالفقار علی طاب ثراہما کی تو عمر ہی ان چیزوں کے عملی تجربوں کی دشت نمائی میں گذری تھی۔ طالب علمی کے زمانہ میں بھی اور ملازمت کے ایام میں بھی، دونوں دلّی عربک کالج کے صدر مولانا مملوک علی سے تلمذ کا تعلق رکھتے تھے، اور حکومت کے محکمہ تعلیمات میں منسلک ہو کر ڈپٹی انسپکٹر کے عہدوں تک پہنچے تھے۔ ان نئی اصلاحات کے لئے انہی دونوں بزرگوں کا وجود کافی تھا"

قاری محمد طیبؒ تاریخ دارالعلوم دیوبند میں لکھتے ہیں:۔

"اس بناء (دارالعلوم کی بناء) میں خصوصیت سے حاجی عابد حسین قدس سرہٗ، حضرت مولانا ذوالفقار علی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ قابل ذکر ہیں۔ جن کا ہاتھ ابتداء ہی سے تاسیس مدرسہ میں تھا۔ یہ حضرات خصوصیت سے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے دست و بازو رہے ہیں اور بناء کے بعد بھی اس کی ذمہ دار مجلس کے رکن رکین کی حیثیت سے مدرسہ کے تمام امور میں عملاً شریک رہے ہیں"۔

(مختصر تاریخ دیوبند از قاری محمد طیب بحوالہ بیس بڑے مسلمان از عبدالرشید ارشد (مکتبہ رشیدیہ لاہور بار اول ۱۹۶۹ء ص ۲۶)

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ مولانا ذوالفقار علی کے تعلیمی تجربات سے دارالعلوم دیوبند مستفید ہوتا رہا ہے۔

دوسرے سوال کے جواب کے لئے ہم دارالعلوم دیوبند کے قیام کا پس منظر، فضلائے دارالعلوم کے وظائف زندگی اور دارالعلوم کے مسلک کا مختصر طور پر تذکرہ کریں گے۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کا پس منظر

تیرھویں صدی ہجری آخری سانس لے رہی تھی۔ ہندوستان میں اسلامی شوکت کا چراغ گل ہو چکا تھا صرف اٹھتا ہوا دھوآں رہ گیا تھا جو چراغ بجھ جانے کا اعلان کر رہا تھا۔ دہلی کا تخت مغل اقتدار سے خالی ہو چکا تھا۔ صرف ڈھول کی منادی میں "ملک بادشاہ کا" رہ گیا تھا۔ اسلامی شعائر رفتہ رفتہ رو بہ زوال تھے دینی علوم اور تعلیم گاہیں پشت پناہی ختم ہو جانے کی وجہ سے ختم ہو رہی تھیں۔ علمی خانوادوں کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ دینی شعور رخصت ہو رہا تھا اور جہل و ضلال مسلم قلوب پر چھاتا چلا جا رہا تھا۔ مسلمانوں میں پیغمبری سنتوں کے بجائے جاہلانہ رسوم و رواج، شرکت و بدعت اور ہوا پرستی وغیرہ زور پکڑتے جا رہے تھے۔ مشرقی روشنی چھپتی جا رہی تھی۔ اور مغربی تہذیب تمدن کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ ان حالات سے یہ یقین ہو چلا تھا کہ اسلام کا چمن اب اُجڑا اور یہ کہ اب ہندوستان بھی اسپین کی تاریخ دہرانے کے لئے کمربستہ ہو چکا ہے کہ اچانک چند نفوس قدسیہ نے بالہام خداوندی اپنے دل میں ایک خلش محسوس کی، یہ خلش علوم نبوت کے تحفظ، دین کو بچانے اور اس کے راستہ سے ستم رسیدہ مسلمانوں کو بچانے کی تھی۔ رائے یہ ٹھہری کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعہ مسلمانانِ ہند کی حفاظت کی جائے۔ اور تعلیم و تربیت کے راستہ سے ان کے دل و دماغ کی تعمیر کر کے ان کی بقا کا سامان کیا جائے اور اس کی واحد صورت یہ ہی ہے کہ ایک درسگاہ قائم کی جائے۔ جس میں علوم نبویہ پڑھائے جائیں۔ اور ان ہی کے مطابق مسلمانوں کی دینی، معاشرتی اور تمدنی زندگی اسلامی سانچوں میں ڈھالی جائے۔ جس سے ایک طرف تو مسلمانوں کی داخلی رہنمائی ہو اور دوسری طرف خارجی مدافعت، نیز مسلمانوں نے صحیح اسلامی تعلیمات بھی پھیلیں اور ایماندارانہ سیاسی شعور بھی بیدار ہو"۔

ان مقاصد کے لئے کمر باندھ دارالعلوم کی دیوبند میں بنیاد رکھی گئی۔

(جاری ہے)

عورت

چراغ خانہ ہے شمع محفل نہیں

ہمارے ادارے ان چراغوں کو روشنی دینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں،

بیگم حضرة مولانا عبید اللہ انور
چیئرمین خدام الدین نیشنل فاؤنڈیشن

موجودہ زمانے کے چیلنجوں کا مقابلہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اپنی بچیوں کو ایسے اداروں میں بھیجیں، جہاں دنیا کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم کا بھی بندوبست اور اہتمام ہو۔ (بیگم میاں شجاع الرحمٰن)

خدّام الدین بنات پبلک سکول کی یوم والدین کی پُر وقار تقریب سے مقرّرین کا خطاب

ترتیب: ظہیر میر • ریکارڈنگ: زبیدہ نذیر

پندرہ دسمبر کو خدام الدین بنات پبلک سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور کی یوم والدین کی ایک پروقار تقریب سکول کے وسیع احاطے میں زیر صدارت بیگم حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحبہ منعقد ہوئی۔ بیگم میاں شجاع الرحمٰن صاحبہ نے بطور مہمانِ خصوصی اس محفل کو رونق بخشی تقریب سعید کا آغاز سکول ہذا کی جماعت ہشتم کی ایک قاریہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ ان آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر شعبۂ تجوید و قرأت کی ٹیچر زبیدہ بیگم صاحبہ نے پیش کی۔ اس سے پہلے مہمانِ خصوصی کی آمد پر نرسری کلاس کی دو ننھی منھی بچیوں نے مہمانِ خصوصی کو نرگسی پھول پیش کئے۔ بچیوں نے عربی نظم "ماں" پیش کی جسے بہت سراہا گیا۔ شعبہ عربی کی ٹیچر نے ترجمہ سنایا جسے بہت پسند کیا گیا۔ سکول کی چھوٹی بچیوں نے ترانہ "تو بھی پاکستان ہے اور میں بھی پاکستان ہوں" پیش کیا۔

ماہنامہ "حوُر" لاہور کی مدیرہ اور خدام الدین فاؤنڈیشن کی جنرل سیکرٹری بیگم خولہ مستنصر صاحبہ نے کلماتِ ابتدائیہ پیش کرتے ہُوئے خدام الدین بنات پبلک سکول کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی انہوں نے مہمان ذی وقار کو بڑے پرجوش الفاظ میں خوش آمدید کہا اس کے بعد سکول کی جونیئر سائیڈ کی طالبات نے مختلف پروگرام پیش کئے تمام مہمانوں نے دل کھول کر داد دی۔ بعد میں جماعت دوم، سوم، چہارم، پنجم کی طالبات نے انجمن خدام الدین کی تعریف، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کے موضوعات پر تقاریر کیں۔ شعبہ تجوید و قرأت کی ڈین محترمہ بیگم نور محمد صاحبہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بیگم نور محمد صاحبہ سکول ہذا کے لیے ایک قیمتی خزانہ ہیں اور نعمت کبریائی سے کم نہیں ہیں۔ یہ اس سکول کی پہلی طالبہ ہیں حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی بیگم اماں جی مرحومہ نے عورتوں کو دینی تعلیم سے بہرہ ور ہونے کے لیے اپنے گھر پر ہی حضرت لاہوریؒ کے حکم سے تعلیم نسواں کی کلاس شروع کی۔ جب تعداد بڑھتی چلی گئی تو حاجی دین محمد صاحب مرحوم نے سکول ہذا کی یہ عمارت بنوا کر دی۔ وہ بہت نیک سیرت اور اللہ والے بزرگ تھے۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان کا اور ہمارا تعلق ایسے ہی ہے،

جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا آپس میں تھا۔

سکول کی پرنسپل صاحبہ مسز خالدہ نزہت ناصر صاحبہ ایک منجھی ہوئی اور تجربہ کار عورت ہیں انہوں نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس میں گزار دی ہے انہوں نے واشنگٹن سے ایم اے کیا، نائیجیریا میں چھ سال تک تدریس کے فرائض انجام دیتی رہیں اور کچھ عرصہ امریکہ میں گزارا۔ آج کل یہاں بطور پرنسپل اپنے فرائض بڑے خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہیں۔ حضرت لاہوریؒ سے ان کا روحانی تعلق ہے پرنسپل صاحبہ نے اپنی تقریر میں سکول کی کارکردگی پر مختصر روشنی ڈالی۔ انہوں نے مارچ ۱۹۸۲ء میں میٹرک کا امتحان دینے والی لڑکیوں کے لیے ایک خصوصی دو ماہ کے کورس کی تیاری کا اعلان کیا جس میں بچیوں کی تیاری کے ساتھ ساتھ روزانہ پندرہ منٹ کا درس قرآن بھی ہوا جائے گا انہوں نے کہا کہ محدود نشستوں کے باعث داخلہ صرف ۲۰ر دسمبر ۱۹۸۱ء سے ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۱ء تک ہوگا۔

مہمان خصوصی بیگم میاں شجاع الرحمٰن صاحبہ نے کہا کہ مجھے اس ادارے میں آکر روحانی سکون اور دلی خوشی نصیب ہوئی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ نے تعلیم نسواں کی طرف توجہ دے کر آنے والی نسلوں پر احسان عظیم کیا ہے انہوں نے کہا خوشی کی بات یہ ہے کہ اس ادارے کو حضرت لاہوریؒ کے ہی خاندان کی سرپرستی حاصل ہے۔ انہوں نے حضرت مولانا عبیداللہ انور کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد اجمل قادری کی کوششوں کو سراہا جن کی توجہ اور محنت سے سکول روز افزوں ترقی کے منازل طے کر رہا ہے انہوں نے اس ادارے کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور اپنی طرف سے مبلغ پانچ ہزار روپے سکول کے لیے بطور عطیہ دیئے۔

اس تقریب میں شہر بھر سے معززین حضرات کی بیگمات نے شرکت کی اور تقریباً چھ صد مہمانوں نے اس محفل کی رونق بخشی۔ ان میں جالندھر موتی چور کے پروپرائیٹر جناب رشید صاحب کی بیگم صاحبہ، ڈاکٹر متنصر صاحب کی بیگم صاحبہ اور دوسری معزز خواتین نے شرکت کی۔

تقریب کے آخر میں بیگم حضرت مولانا عبیداللہ انور نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں تمام شرکار محفل کو مشورہ دیا کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ آنے والی نسل کو گمراہی کے اندھیروں سے بچا کر روشنی کی شاہراہوں پر گامزن کر دیا جائے تو اپنی بچیوں کو ان اداروں میں بھیجیئے جہاں دنیا کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم کا بھی اہتمام ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلام عورت کو چراغ خانہ بنا کر اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے اور ہمارے ادارے ان چراغوں کو منور کرنے میں اہم کردار کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایک بار پھر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ ان کے تعاون سے انشاء اللہ یہ ادارہ ترقی کرتا چلا جائے گا۔

مہمان خصوصی کے علاوہ جن خواتین نے نقد عطیات دیئے انکے نام درج ذیل ہیں:

نام	رقم
بیگم خلیفہ عبدالرحیم صاحبہ	۵۰۰۰ روپے
بیگم شیخ محمد اکرم صاحبہ	۲۰۰ روپے
شاہدہ صاحبہ	۱۰۰ 〃
مسز اعظم صاحبہ	۱۰۰ 〃
بیگم اورنگ زیب صاحبہ	۱۰۰ 〃
بیگم یوسف صاحبہ	۵۰ 〃
مسز احمد صاحبہ	۵۰ 〃
رفعت ممتاز صاحبہ	۵۰ 〃
منٹ والے	۱۰۰ 〃
آپا جی امت اللہ صاحبہ	۱۰۰ 〃
بیگم الطاف صاحبہ	۲۰۰ 〃
نامعلوم	۱۰ 〃
گڈی صاحبہ	۲۰۰ 〃
دختر احمد صاحبہ	۱۰۰ 〃
دختر احمد صاحبہ	۱۰۰ 〃
نامعلوم	۳۰۰ 〃

محمود بیگم صاحبہ کی دعائے خیر سے اس تقریب سعید کا اختتام ہوا۔ تقریب کے آخر میں تمام مہمانوں کی مٹھائی اور چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ محترم حاجی بشیر احمد صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے مہمانوں کے لیے سموسے اور دوسری مٹھائی وغیرہ تیار کی۔

اسلامی معاشرت

بچوں کی محفل میں

سادہ زندگی

ابوطیب انصاری

پیارے بچو! سادہ اور بے تکلف زندگی گزارنے میں بڑی آسانیاں اور برکتیں ہیں تصنع اور تکلف سے رہنے میں تکلیفیں اور محرومیاں ہیں۔ سادگی کا مطلب یہ نہیں کہ پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے رہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ قیمتی سے قیمتی لباس اور مرغن غذائیں، بڑے بڑے خوبصورت بنگلوں میں رہنے کی خواہشات رکھنا اور ایسا نہ ہو سکنے میں اپنی بے عزتی محسوس کرنا یہ تکلیف دہ تکلف ہے۔ اور اس عیش و عشرت کو حاصل کرنے کے لئے ناجائز طریقے اور حرام ذریعے اختیار کر لئے جائیں تو یہ تکلیف آخرت میں عذاب کی صورت اختیار کرلے گی۔ سادگی کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ حق اور جائز ذرائع سے جو کچھ دے اسی پر قناعت کی جائے اور اس کو محض اپنی زندگی گزارنے کے لئے ضرورت کی حد تک استعمال کیا جائے۔ ریاکاری اور لوگوں کو دکھانے کے لئے کوئی خرچ، اخراجات نہ کئے جائیں۔

پیارے بچو! سادگی ایک ایسی خوبی اور نیکی ہے جو انسان میں دوسری بہت سی خوبیاں پیدا کرتی ہے۔ رہن سہن، لباس کھانے پینے اور عام عادتوں میں سادگی اپنانے سے زندگی میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں خوشحالی بڑھتی ہے اور صحت ٹھیک رہتی ہے اسی لئے اسلام نے سادگی پر بہت زور دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ سادہ کھاؤ، سادہ پہنو اور فضول خرچی نہ کرو۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سادہ زندگی گزاری اور سادہ زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔ مسلمانوں کو فضول خرچی، بناوٹ اور دکھاوے سے منع فرمایا۔ مثلاً قیمتی لباس، پُرتکلف کھانے، سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا۔ شادی غمی کے موقعوں پر رسمیں پوری کرانے کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا۔ بغیر ضرورت بڑے بڑے مکان بنوانا اور اپنی شان دکھانے کے لئے بہت سے ملازم رکھنا ان سب باتوں سے اسلام منع کرتا ہے ان کی جگہ سادہ لباس سادہ خوراک اور سادہ رہن سہن کی تعلیم دیتا ہے۔ سادگی سے ہمدردی اور بھائی چارہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو لوگ دکھاوے اور ٹھاٹ باٹ کی زندگی گزارتے ہیں انہیں غریبوں کے دکھ سکھ کا اندازہ کیوں کر ہو سکتا ہے اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ٹھاٹ باٹ کی زندگی گزارتے ہوتے آدمی جائز اور ناجائز کمائی میں فرق کرنا بھول جاتا ہے اگر کوئی قوم ایسی زندگی گزارنے کی عادی ہو جائے تو وہ سادگی کی راہ سے ہٹ کر فضول خرچی پر اتر آتی ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ پرتکلف زندگی گزارنے سے غیر ضروری صنعتیں بھی ملک میں قائم ہو جاتی ہیں غیر ملکی سامان بھی خریدا جاتا ہے جس پر قوم کی بہت سی دولت ضائع ہو جاتی ہے یہی دولت اگر تعلیم اور بھلائی کے کاموں پر خرچ کی جائے تو قوم ترقی کرتی ہے اور خوش حال ہو جاتی ہے۔

صحت بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کاہلی اور پرتکلف غذائیں صحت کی دشمن ہیں۔ کاہل انسان اپنا کام کاج بھی اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا تو وہ دوسروں کی کیا خدمت کر سکتا ہے اور بڑائی خدمت کرنے میں ہے خدمت کروانے میں نہیں

> **ٹھاٹھ باٹھ اور من مانی کرنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے،**
> **اور متکبر آدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گا**

اس لئے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کس طرح گزاری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ اٹھنے بیٹھنے، اوڑھنے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی تکلف نہ تھا۔ جو کچھ سامنے آتا کھا لیتے، پہننے کو جو مل جاتا پہن لیتے۔ جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ لباس میں دکھاوے کو ناپسند فرماتے، جانوروں کو چارہ خود ڈال دیتے اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے۔ گھر کی صفائی خود فرماتے۔ بکری کا دودھ نکالتے خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے۔ خود جا کر بازار سے سودا سلف لاتے ہر چھوٹے بڑے کو پہلے سلام کرتے رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ جوتا پھٹ جاتا تو خود مرمت فرما لیتے اور اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ آپ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ یوں تو گھر کے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں مگر ایک دفعہ انہوں نے اپنے شوہر حضرت علیؓ کے کہنے پر حضرت نبی کریمؐ سے ایک لونڈی کی درخواست کی تاکہ وہ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹا سکے تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابھی تو مسلمان بہت مفلسی کی حالت میں ہیں۔ میں اُمت کا حق تمہیں نہیں دے سکتا۔ ظاہر ہے کہ سادہ زندگی گزارنے والا آقا ہی مسلمانوں کی تکلیف کو جان سکتا ہے۔ سرکار دو عالمؐ کے جانشینوں نے بھی سادہ زندگی گزاری اور تمام نیک مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کی تعلیم اور سرکارِ دو عالمؐ کی پاک زندگی کو سامنے رکھ کر سادگی کو اپنائیں۔ تاکہ خوش حال اور کامیاب زندگی گزار سکیں۔

ماں

تپتی زمیں پہ صبحِ بہاراں کہے جسے !

افسانۂ حیات کا عنواں کہیں جسے
لُطف و کرم کی شمع فروزاں کہیں جسے
انعام کردار کا ہے ماں کہیں جسے
خود دُکھ اٹھا کے راحت و آرام دے ہمیں
تسکینِ قلب ہر سحر و شام دے ہمیں
وہ ذات ہے کہ معدنِ احساں کہیں جسے
ماں کیا ہے سر پہ سایۂ لطفِ اِلٰہ ہے !
ماں جلوۂ وجود کی ایک جلوہ گاہ ہے !
تپتی زمیں پہ صبحِ بہاراں کہیں جسے
جس کے قدم سے گلشنِ ہستی ہے پُر بہار
ہے جس کے دم سے محفلِ کونین پُر وقار
ہر تیرگی میں دورِ چراغاں کہیں جسے
ماں وہ کہ جس کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے
ماں پیکرِ کرم ہے، محبّت سرشت ہے
سطحِ زمیں پہ گلشنِ رضواں کہیں جسے
خورشید ماں کا رُتبۂ عالی بتاؤں کیا
دنیا کو ماں کی شانِ جمالی بتاؤں کیا
اک نعمتِ عظیم ہے وہ، ماں کہیں جسے

خورشید فریدآبادی

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے ——— مدیر

مطبوعاتِ ہمدانی

ہمارے فاضل دوست مولانا محمد اشرف ہمدانی کی تین خوبصورت کتابیں ہمارے سامنے ہیں۔ جن کا حسن معنوی و صوری خوب سے خوب تر ہے۔ ایک کتاب کا نام ہے فضائل توبہ و استغفار دوسری ہے صلاۃ النبی مع ادعیہ مسنونہ اور تیسری ہے اشرف الکلام فی فضائل الصلاۃ والسلام۔ تینوں کتابوں کے مضامین کی نوعیت ان کے نام سے ظاہر ہے۔ توبہ و استغفار اللہ تعالےٰ نے اپنے گنہگار بندوں کو ایسی نعمت بخشی کہ سبحان اللہ! جب بشری تقاضے غالب آ جائیں اور انسان خدا کی نافرمانی کر بیٹھے تو مایوس ہوئے بغیر پوری ندامت سے اس کے سامنے جھک جائیں گذشتہ کی معافی مانگیں آئندہ کے لئے عزم کریں۔ اس نے اپنے نبی کے ذریعہ وعدہ کیا کہ میں معاف کر دوں گا۔ ساری کتاب اسی محور کے گرد گھومتی ہے اور اپنے موضوع پر قابل قدر تحفہ ——— نماز اسلام کا اہم فرض و رکن ہے اور اس کا وہی طریقہ عنداللہ مقبول ہے جو سرورِ عالمیاں علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ دوسرے رسالہ میں ہمدانی صاحب نے نبوی نماز کی مکمل تفصیل پیش کرنے کے بعد مختلف اوقات اور مواقع پر کی جانے والی ثابت شدہ دعاؤں کو مع ترجمہ ذکر کر دیا ہے ——— تیسرا رسالہ صلواۃ و سلام سے متعلق ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے نبی پر رحمت بھیجتے اور اس کے فرشتے دعا کرتے ہیں امت کے افراد کو صلاۃ و سلام کا حکم ہے لیکن ہر حکم کی طرح اس میں بھی یار لوگوں نے افراط و تفریط کر لی جو افسوسناک ہے۔ منہاج نبوی کے مطابق صلاۃ و سلام کا کیا طریقہ ہے۔ یہ باتیں بڑے بسط سے اس رسالہ میں آپ کو ملیں گی۔ علماء دیوبند کے ایک خادم کے حسنِ ذوق کے یہ تینوں شاہکار رسالے مکتبہ ہمدانیہ جامع مسجد جناح کالونی فیصل آباد سے ۱۰/- روپے اور پانچ پانچ روپے میں دستیاب ہیں۔ حصول کے لئے جلدی کوشش کریں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

عالم برزخ

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب عاجز مالیر کوٹلوی قرآن و سنت کے ایک مخلص خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے کا پاکیزہ ذوق بخشا ہے اور اس خداداد ذوق کے ذریعہ یہ اس سے قبل بڑی خدمت کر چکے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ۱۰۰ کے قریب صفحات پر مشتمل ہے ——— جسے مصنف نے عربی اردو کی متعدد بنیادی کتابوں سے استفادہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ کتابیات کی فہرست دیکھنے کے بعد موصوف کی محنت کی داد دینا پڑتی ہے ——— کتاب میں مصنف نے انسان کے مرنے سے حشر تک کے تمام واقعات کی خوب خوب نشاندہی کی ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں بتلایا ہے کہ اس دوران انسان پر کیا کیا گذرتی ہے۔ قبر کے ثواب و عذاب پر تفصیلی گفتگو ہے۔ اچھے اور بُرے اعمال پر قلم اٹھایا ہے اور بتلایا ہے کہ کون سے اعمال خدا کی رضا کا سبب بنتے ہیں تو کون سے اس کے غضب کا ——— الغرض اس عنوان پر اتنی جامع اور مفصل

کتاب ہماری نظر سے پہلے نہیں گذری اور ہماری خواہش ہے کہ مادیت کے بھنور میں پھنسی ہوئی انسانیت کا ہر فرد اس کو پڑھے تاکہ اپنے انجام کی فکر کر سکے۔ رحمانیہ دار الکتب امین پور بازار فیصل آباد نے کتاب چھاپی ہے۔ اعلیٰ آفسیٹ کا غذ مجلد پلاسٹک کور کی قیمت ۳۶ روپے اور قسم دوم مجلد کی قیمت ۲۴ روپے ہے۔ معنوی کمالات کے ساتھ حسن ظاہری کا پورا لحاظ ہے اور کتاب ہر اعتبار سے لائق مطالعہ۔

پنج سورہ شریف

مولوی محمد عبداللطیف صاحب افضل نے قرآن عزیز کی سورۃ یاسین، رحمٰن، واقعہ، ملک، مزمل کا پنجابی نظم میں ترجمہ کیا ہے جو اس وقت مطبوعہ شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مترجم ایک عرصہ سے اس سلسلہ میں کوشاں تھے۔ کیونکہ ملک کے بعض گرامی علماء کرام جن میں حضرت الامام لاہوری، حضرت امیر شریعت، مولانا قطب الدین وغیرہ کی قیمتی آراء ساتھ شامل ہیں۔ مترجم نے بعض سورتوں کے تراجم ان حضرات کو سنائے اور انہوں نے خوب داد دی پسند کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ سارے قرآن کا اس طرح ترجمہ ہو جائے تو سبحان اللہ مترجم کی خوبی یہ ہے کہ آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں اور شاہ جی مرحوم جیسے لوگوں کی صحبت نصیب رہی۔ اس اعتبار سے پاکیزگی ذوق کی داد دینی پڑتی ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ خدا ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اپنی کتاب کی بیش از بیش خدمت ان سے لے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہماری دیہاتی آبادی جہاں مختلف مجالس میں بے سروپا قصے سنائے جاتے ہیں وہاں اس ترجمہ کو رواج دیا جائے تاکہ اللہ کی مخلوق خالق کے کلام سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے اپنے قلب و نظر کو منور کر سکے ۶ روپے میں یہ تحفہ مترجم کے پتہ کامران فین انڈسٹری گجرات سے دستیاب ہے۔

چشمہ حیات

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مدرس و مفتی مولانا محمد عیسیٰ گورمانی نے اپنے ایک بزرگ مولانا محمد بخش گورمانی کا تذکرہ سپرد قلم کیا ہے جس میں گو ادبی چاشنی نہیں لیکن ایک درویش اور زاہد بزرگ کی زندگی کے مجاہدانہ حالات کا عکس ضرور ہے۔ مرحوم ڈیرہ غازیخان کے پسماندہ علاقہ کے باشندے تھے لیکن سراپا علم و شرافت اور اللہ کے دین کے مخلص خادم۔ ایسے مخلصین کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ نسل نو ان گمنام مجاہدین سے واقف ہو کر اپنی زندگیاں سنوار سکے۔

۱۰/- روپے میں مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے رسالہ دستیاب ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس کی قدر کی جائے گی۔

صاحبزادیاں

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں کسی کو اختلاف نہ تھا لیکن بعض بدباطن اور بے لگام واعظین نے اس مسئلہ کو الجھایا۔ اور پھر مناظرانہ زبان میں چیلنج بازی کی۔ ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالرؤف فاروقی نے اسی قسم کے ایک چیلنج کے جواب میں یہ رسالہ سپرد قلم کیا اور فریقین کی مسلمہ کتابوں سے ثابت کیا کہ بنات رسولؐ چار تھیں۔ کاروان اہلسنت پاکستان کی مقامی شاخ نے اسے خوبصورت طریق سے چھپوایا ہے۔ ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے مولانا کے پتہ نورانی مسجد قلعہ لچھمن سنگھ راوی روڈ لاہور سے منگوائیں اور خدا توفیق دے تو ڈھیر سارے نسخے منگوا کر مفت تقسیم کریں کہ یہ کار خیر ہے اور تبلیغ کا ایک طریق۔